

جنوری ۲۰۱۸ء

ماہنامہ

شعاعِ عمل

لکھنؤ

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ
بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا ہے اور روشن کتاب



نور ہدایت فاؤنڈیشن، حسینہ غفران مااب، چوک، لکھنؤ-۳

ISSN 2456-8384

Vol.-14, Issue-7

R.N.I NO. UPBIL/2004/13526

Pages:72

Postal Regd. No. SSP/LW/NP-75/2017-19 Dispatch Date: 2 & 6 of Every Month

Annual Rs. 200/-

January 2018

Per Copy- Rs.25/-

शुआ-ए-अमल

हिन्दी, उर्दू मासिक पत्रिका लखनऊ



حجت الاسلام سیدالوا عظیم مولانا سید کلب حسین نقوی جاسی
ابن
رئیس العلماء حجت الاسلام مولانا سید ولی محمد حسین نقوی مجتہد

SHUA-E-AMAL

Lucknow



NOOR-E-HIDAYAT FOUNDATION

Imambara Ghufra Maab, Chowk, Lucknow-3 (U.P.) INDIA, Ph.:0522-2252230

ISSN 2456-8384

تبلیغ

Per Copy 25/-
Annual 200/-

نور ہدایت فاؤنڈیشن کا اسلامی، علمی اور تحقیقی

ماہنامہ
شعاع عمل
لکھنؤ
جنوری ۲۰۱۸ء

زیر سرپرستی

قائد ملت حجة الاسلام والمسلمین

پروفیسر مولانا سید کلب جواد نقوی صاحب قبلہ (امام جمعہ لکھنؤ)

عزت آف نواب رضا صاحب، بھوپال ✽ عزت آف سید احمد عباس نقوی صاحب، ممبئی

سید مصطفیٰ حسین نقوی 'اسیف جانی'

قائم مہدی نقوی تہذیب نگردی

آصف عباس نوگانونی

ترسیل زر کا پتہ

نور ہدایت فاؤنڈیشن، امام باڑہ غفران آباد، مولانا کلب حسین روڈ، چوک، لکھنؤ-۳

Phone No: 0522-2252230

Mobaile No: 08736009814 -09335996808

پبلشر- پرنٹر، سید مصطفیٰ حسین نقوی نے مالک ایس۔ کلب جواد نقوی کے لئے نظامی پریس و کٹوریہ اسٹریٹ، پوزٹ حسین مارکیٹ چوک، لکھنؤ (یو۔ پی)
سے چھوڑ کر نور ہدایت فاؤنڈیشن، امام باڑہ غفران آباد، مولانا کلب حسین روڈ، چوک، لکھنؤ (یو۔ پی) سے شائع کیا۔ ایڈیٹر: سید مصطفیٰ حسین نقوی



شمارہ ۷ جلد ۱۲

قیام مؤسسہ

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ / ۱۶ جولائی ۲۰۱۸ء

اجزاء جدیدہ

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ / ۱۶ جولائی ۲۰۱۸ء

نگراں: م۔ ر۔ عابد گولہ گنج، لکھنؤ

مجلس مشاورت

- ✽ پروفیسر علامہ علی محمد نقوی، علی گڑھ
- ✽ دکتہ مہدی خواجہ چیری، ایران
- ✽ مولانا حسن ظفر نقوی، کراچی
- ✽ کمپین سکندر رضوی، لکھنؤ
- ✽ پروفیسر سید حسین مال الدین اکبر، الہ آباد
- ✽ ڈاکٹر ارشد علی جعفری، لکھنؤ
- ✽ شاعر اہل بیت رضا سرسوی
- ✽ سید سیف تقی نقوی، دہلی
- ✽ محمد عالم صاحب، حسین آباد، لکھنؤ

فہرست مضامین

(جنوری ۲۰۱۸ء / ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ)

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	(اداریہ)	م۔ر۔ عابد	۵
۲	شہدائے کربلا (قسط۔۶)	آیت اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقوی	۶
۳	حسینی ڈسپلین	عالمیجناب شیخ ممتاز حسین جو نیوری	۲۵
۴	عورت اسلام کی روشنی میں (آخری قسط۔)	اسد العلماء مولانا سید اسد علی صاحب الہ آبادی	۲۸
۵	مرثیہ: درحال حضرت خضر (بند ۱۸۳)	دعبل ہند مولانا فرزند حسین ذاکر اجتہادی	۳۵
۶	خبرنامہ	(ادارہ)	۵۸

مجلس ادارت

✽ ڈاکٹر امانت حسین نقوی
✽ حیدر عباس نقوی، الہ آباد
✽ عمیل شمسی، لکھنؤ
✽ واصف احمد نقوی 'سمیر'
✽ مہدی رضا
✽ شاہد علی اعظمی
✽ ذوالفقار حیدر اعظمی
✽ الحاج مرزا ہاپوں قدر
✽ ڈاکٹر عارف عباس
✽ ریحان عالم، لکھنؤ
✽ سلمان حسین، لکھنؤ
✽ بنت زہراء ندی الہندی
✽ الحاج فرید مہدی رضوی

✽ ظفر حسین رضوی، بیورو چیف ممبئی
✽ عرفان حیدر، بیورو چیف مدھیہ پردیش
✽ کیف تنقی نقوی، بیورو چیف دہلی

R.N.I. NO.
UPBIL/2004/13526
Postel Regd. NO.
SSP/LW/NP-75/2017-2019

WEBSITE:

www.noorehidayatfoundation.org
www.naqeeblucknow.com

E_mail:

noorehidayat@yahoo.com
noorehidayat@gmail.com

زرسالانہ

ایک سال کے لئے: -/200
پانچ سال کے لئے: -/800
لائف ممبر شپ: -/5000

ماہنامہ

‘شعاع عمل‘

(ہندی وارو)

‘خاندان اجتہاد نمبر‘، روزنامہ نقیب لکھنؤ

اور نور ہدایت فاؤنڈیشن کے تمام مطبوعات ڈاؤن لوڈ کرنے کے لئے

لاگ آن کریں ہماری ویب سائٹ

www.noorehidayatfoundation.org

www.naqeeblucknow.com

ماہنامہ ‘شعاع عمل‘، لکھنؤ

جنوری ۲۰۱۸ء

(EDITORIAL)

اداریہ

شہدائے کربلا۔ اسلامی نظم و ضبط کی مثال

شہدائے کربلا کے تذکرہ کی قسطیں جاری ہیں لیکن یہ اتمام پر پہنچ جائیں گی۔ جو نہ ختم ہونے والی ہے وہ ان سرنامہ وفا پیغمبران صبر اور بے مثال جانثاری و جانبازی کی عدیم النظیر مثال کی حق نمائندگی داستان ہے۔ تاریخ آدم و عالم کو یہ منظر پہلی اور آخری بار دیکھنا نصیب ہوا۔ اس بات میں کوئی دورائے نہیں۔ وہ قرآنی تمثیل سیسہ پلائی دیوار، کے سچے زندہ اور دائمی مصداق ہیں۔ اس سلسلہ میں تفسیر پر کچھ عرض نہیں کیا جاسکتا ہے، نہ ہی اپنی صلاحیت اور بساط ہے۔ بہر حال اپنا تو عقیدہ عقیدت اور یقین ہے کہ۔

آیت کوئی اترتی اگر کربلا کے بعد

تو شہدائے کربلا کی عظمت و اہمیت و یکتائی کا کھلا زندہ ثبوت مل جاتا۔

شہدائے کربلا کی خصوصیتوں میں نمایاں اسلامی نظم و ضبط ہے۔ یہ محض ظاہری حد تک نہیں تھا بلکہ ان کے رگ و پے اور دل و دماغ میں اتر اہوا تھا۔ اسی سے انہوں نے کربلا میں جو اسلام کا اجتماعی عملی مظاہرہ کیا وہ عدیم النظیر رہا۔ یہاں تک کہ زمانہ حضرت ختمی مرتبتؐ میں بھی اتنا بڑا اعلیٰ اور عظیم الشان مظاہرہ نہیں ملتا۔ وہ بہترین بہترین ایک نظر، ایک دل اور ایک جان رہے، صرف ایک مشرب، ایک مسلک اور ایک جادہ ہی نہیں۔ یہی بات تھی کہ اس مختصر سی سپاہ پر مقابل کا ٹڈی دل لشکر حکمت جنگی اور فن جنگی میں کسی بھی لحاظ سے ورنہ ہو سکا۔ یہ تو اسلام اور انسانیت کیا خود عرب کے مسلم اصول جنگی کو توڑ کے وہ ان قتل کر سکے مگر اس سے ورہونے کا گراس سپاہ قلیل کے ہاتھوں میں تھا جس کی اس اکثریت کو کانوں کا خبر تک نہ لگی۔ اس سے بہت جلد دنیا کو بتا دیا کہ کون مٹ گیا اور کون امر ہو کے عالم پر چھا گیا۔

اس شمارے میں شہدائے کربلا کی جاری قسط کے ساتھ اسی اسلامی نظم و ضبط کے حوالہ سے گذشتہ صدی کے نامور دانشور اہل قلم ممتاز حسین صاحب کا قابل قدر مضمون 'حسینی ڈسپلن' شامل اشاعت ہے۔ اسلامی نظم و ضبط کو حسینی ڈسپلن کہنا کسی بھی طرح بے جا نہیں ہے، پھر کربلا کے تناظر میں اس کی معنویت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ آگے ہمارے معزز قارئین ہیں اور تازہ شمارہ کے مشمولات۔

م۔ر۔عابد

شہدائے کربلا

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقویؒ

(۷۹) جون (غلام ابوذر غفاریؓ)

غلام کی۔^(۱)

نام و نسب

جون بن حوی بن قتادہ بن الاعمور بن ساعدۃ بن عوف بن کعب بن حوی مولیٰ ابی ذر الغفاریؓ۔^(۱)
’طبری‘ کے مطبوعہ نسخہ میں اس واقعہ کے ذیل میں جو امام زین العابدینؑ کی زبانی آئندہ ذکر ہوگا ’’حوی مولیٰ ابی ذر‘‘ لکھا ہے۔ یہ غلط ہے۔ زیارت شہدا جو نسخہ میں درج کی ہے اس میں ہے۔ السلام علی عون بن حوی مولیٰ ابی ذر الغفاریؓ۔^(۲)

یہ بھی بظاہر چھاپہ کی غلطی ہے۔ ابن شہر آشوب نے ’’عمرو بن مطاع جعفی‘‘ کی جنگ کے بعد لکھا ہے:-

’’ثم برز جوین بن ابی مالک مولیٰ ابی ذر مرتجزاً، کیف تری الفجار ضرب الاسود... الخ‘‘

’’یعنی) پھر جوین بن ابی مالک جو ابوذر کے غلام تھے میدان جنگ میں آئے یہ رجز پڑھتے ہوئے کہ دیکھو فاسق و فاجر لوگ کیسا دیکھیں گے ششیر زنی کو ایک حبشی

یہ ایک بہت بڑا اشتباہ ہے جس کی طرف میں نے پہلے بھی اشارہ کیا ہے۔^(۲)
جون بن مالک بن قیس بن ثعلبہ تیمی، اصحاب امام حسینؑ میں سے ایک بزرگوار تھے جو حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ صاحب مناقب نے ان کو جون غلام ابی ذر کے ساتھ مخلوط کر دیا ہے۔

ابتدائی حالات

جون حبشی تھے اور فضل بن عباس بن عبدالمطلب کی ملکیت میں تھے، امیر المؤمنینؑ نے ڈیڑھ سواشرنی کو انہیں خرید فرمایا اور ابوذر غفاریؓ کو ہبہ کیا کہ ان کی خدمت کریں۔ وہ جناب ابوذر کے ساتھ رہے۔ یہاں تک کہ انہیں ’’ربذہ‘‘ کی طرف شہر بدر کیا گیا۔ باوفا غلام ان کے ساتھ گیا۔ جب ۳۲ھ میں ابوذر کا انتقال ہو گیا تو وہ مدینہ واپس آ گیا اور امیر المؤمنینؑ کی خدمت میں رہنے لگا۔ اور حضرت کی شہادت کے بعد امام حسنؑ اور پھر امام حسینؑ کے پاس رہا۔^(۳)

کربلا کے حالات میں جون کا تذکرہ عاشور کے قبل

(۱) مناقب، ج ۴ ص ۹۵

(۲) کتاب ہذا، ص ۵۵-۵۴

(۳) تنقیح المقال، ج ۱ ص ۲۳۸

(۱) تنقیح المقال، ج ۱ ص ۲۳۸

(۲) تاریخ التواریخ، ج ۶ ص ۳۱۴

کہ میری بوخوشبو سے بدل جائے اور میرا حسب شریف ہو جائے اور میرا رنگ سفید ہو جائے۔ بخدا میں آپ سے جدا نہ ہوں گا۔ جب تک کہ یہ سیاہ خون آپ لوگوں کے سفید خون میں مل نہ جائے۔

آخر امامؑ نے جہاد کی اجازت دی۔^(۱)

جنگ اور شہادت

بہادر غلام میدان جنگ میں آیا اور یہ رجز پڑھنا شروع کیا:

کیف تری الفجار ضرب الاسود
بالمشرقی والقنا المسدد
یذب عن آل النبی احمد علیہ السلام
”ذرا گناہگار لوگ دیکھیں تو ایک سیاہ

غلام کی جنگ کو شمشیر و نیزہ کے ساتھ، جب کہ وہ آل رسولؐ کی امداد میں مصروف ہے۔“
اس نے جنگ کی اور شہادت حاصل کی۔^(۲)

امامؑ کی دعا

حضرت کے دل میں غلام کے الفاظ اثر کر گئے تھے۔ آپ لاش پر تشریف لائے اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی کہ:

”اللہم بیض وجهه و
طیب ریحہ واحشرہ مع
الابرار و عرف بینہ و بین
محمد و آلہ۔“

”پروردگار اس کے چہرہ کو روشن

نویں محرم کی شام کے حال میں ملتا ہے جسے امام زین العابدینؑ نے بیان کیا کہ میں اپنے خیمہ میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی جناب زینبؑ میری تیمارداری میں مصروف تھیں، اس وقت میرے پدر بزرگوار اپنے اصحاب سے علیحدہ ایک اکیلے خیمہ میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کے پاس جون غلام ابوذر غفاری تھے جو آپ کی تلوار پر صیقل کر رہے تھے، حضرت اس وقت یہ اشعار پڑھنے لگے:

یا دھر اف لك من خلیل

کم لك بالاشراق والاصیل^(۱)

اس پورے درد انگیز واقعہ کو میں نے ”معرکہ کربلا“ (صفحہ ۵۷-۵۲) میں لکھا ہے۔

طلب رخصت اور امامؑ سے گفتگو

روز عاشور جب جنگ کے شعلے بلند ہو گئے تو جون نے امامؑ سے جہاد کی اجازت مانگی۔ حضرت نے فرمایا ”میں تمہیں خصوصیت سے اجازت دیتا ہوں کہ تم میرا ساتھ چھوڑ کر چلے جاؤ اس لئے کہ تم ہمارے ساتھ راحت کے لئے تھے۔ اب ہماری وجہ سے کوئی ضرورت نہیں کہ مصیبت میں مبتلا ہو۔“

وفادار غلام امامؑ کے قدموں پر گر پڑا اور بوسے دینے لگا۔ عرض کیا ”فرزند رسولؐ! یہ کیسے ہو سکتا ہے راحت کے زمانہ میں تو آپ کے یہاں کے پیالے چائوں اور سختی میں آپ کا ساتھ چھوڑ دوں؟ خدا کی قسم میرے جسم سے بدبو آتی ہے اور میرا حسب و نسب پست ہے اور میرا رنگ سیاہ ہے۔ آپ اپنے صدقہ میں مجھے جنت کا مستحق بنادیتے

(۱) تاریخ التواتر، ج ۶، ص ۶۷۲ (۲) البصار لعین، ص ۱۰۵

(۱) طبری، ج ۶، ص ۲۳۹

کردے اور اس کی بدبو کو خوشبو سے
مبدل کردے اور اسے اچھے آدمیوں کے
ساتھ مشہور فرما اور اس میں اور محمد اور آل محمدؐ
کے درمیان شناسائی قرار دے۔“

شیخ صدوقؒ نے خصائل میں امام محمد باقرؑ کی زبانی
امام زین العابدینؑ کی حدیث درج کی ہے کہ جب بنی اسد
شہداء کو دفن کرنے قتل گاہ میں آئے تو جون کے جسم سے
مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔^(۱)

(۸۰) غلام ترکی

نام

”غلام ترکی“ کی شہادت امامؑ کے ساتھ اکثر
کتب میں مذکور ہے لیکن اس کے نام کی تعیین انتہائی دشوار
ہے۔ ابن شہر آشوب نے صرف اتنا لکھا ہے کہ رومی انہ
برز غلام ترکیؑ للحسینؑ جعل یقول
’روایت میں ہے کہ ایک ترکی غلام امام حسینؑ کا میدان
جنگ میں آیا اور وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا۔‘^(۲)
اس میں نہ تو اس کا نام ہے اور نہ کچھ ابتدائی
حالات۔

علامہ مجلسیؒ نے عبد اللہ و عبد الرحمن غفاریین کی
شہادت کے بعد لکھا ہے:

”ثم خرج غلام ترکی
لحسینؑ وکان قاریاً للقرآن
فجعل یقاتل ویرتجزو یقول۔“
’پھر ایک ترکی غلام حضرت کا میدان

میں نکلا جو حافظ قرآن تھا۔ وہ جنگ
کرنے لگا اور یہ رجز پڑھ رہا تھا۔‘^(۱)
اس سے اتنا زیادہ معلوم ہوا کہ وہ حافظ قرآن تھا۔
سپہر کا شانی نے اتنا لکھا ہے کہ:

”حسین علیہ السلام را غلام
ترکی بود۔ در بحر اللثالی
مسطور است کہ آن غلام را
سید الشہداء علیہ السلام ابتیاع
نمود و بفرزند خود زین العابدین
علیہ السلام بہہ فرمود۔“^(۲)

اس میں بھی نام مذکور نہیں ہے لیکن اتنا پتہ چلتا
ہے کہ اسے حضرت نے خرید فرما کر اپنے فرزند امام زین
العابدینؑ کو ہبہ کیا تھا۔

علامہ مامغانی نے لکھا ہے:

”اسلم بن عمر و مولی
الحسین علیہ السلام و قد
ذکر اهل السیر و المقاتل انہ
اشتراہ بعد وفاة اخیه الحسنؑ
و وہبہ لابنہ علی بن الحسینؑ و
کان ابوہ عمر و ترکیا و کان
اسلم کاتباً عند الحسینؑ فی
بعض حوائجہ فلما خرج
الحسینؑ من المدينة الى مكة
کان اسلم ملازماً له حتی اتی

(۱) بحار الانوار، ج ۱۰ ص ۱۹۹ (۲) ناخ التواريخ، ج ۶ ص ۲۷۵

(۱) تنقیح المقال، ج ۱ ص ۲۳۸ (۲) مناقب، ج ۴ ص ۹۵

اس کے رخسارہ پر رکھا۔ وہ مسکرایا اور جان بحق تسلیم ہوا۔^(۱)

اس کے بعد پھر عنوان قائم کیا ہے:
(واضح التری مولی الحرث المذحجی
السلمانی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام ”واضح“ تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ وہ ترکی غلام بہادر اور حافظ قرآن تھا۔ اور حارث سلمانی کی ملکیت تھا اور جنادہ بن حارث کے ساتھ امام کی خدمت میں آیا تھا جیسا کہ صاحب ’حدائق وردیہ‘ نے لکھا ہے۔

اور میرا خیال یہ ہے کہ یہی ”واضح“ وہ ہے جس کے متعلق اہل مقاتل نے لکھا ہے کہ وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

البحر من ضربی وطعنی یصطلی... الخ^(۲)
میں پہلے اسی کا تتبع کر چکا ہوں مگر اس کی صحت میں شک ہوتا ہے اس بنا پر کہ اس قافلہ میں جو ”عذیب الجانات“ میں امام کی خدمت میں آیا تھا کوئی ثبوت اس کا نہیں ہے کہ جنادہ بن حارث سلمانی کے ساتھ ان کا کوئی غلام بھی تھا۔ ہاں بیشک عمرو بن خالد صیداوی کا غلام سعد ان کے ساتھ تھا جس کا تذکرہ اسی کتاب^(۳) میں ہو چکا ہے۔

غلام ترکی کے متعلق تمام ناقلین اس کے پہلے تقریباً متفق ہیں کہ وہ امام حسینؑ کا غلام تھا۔ ان کے مقابلہ میں ’حدائق وردیہ‘ ایسی مجہول کتاب پر جو ایک زیدی المذہب

(۱) ابصار لعین، ص ۵۴-۵۳ (۲) ابصار لعین، ص ۸۵

(۳) ملاحظہ ہو کتاب لہذا، ص ۴۳، ۴۶، ۴۵

معہ کربلا فلہا کان
الیوم العاشر و شب القتال
استأذنه علیہ السلام و کان
قارئاً للقران۔^(۱)

اس سے حسب ذیل خصوصیات کا پتہ چلتا ہے:-

(۱) اس کا نام اسلم بن عمرو ہے۔
(۲) امام حسینؑ نے اس کو حضرت حسنؑ مجتبیٰ کی وفات کے بعد خرید فرمایا تھا اور اپنے فرزند زین العابدینؑ کو ہبہ کیا تھا۔

(۳) اس کا باپ عمرو ترکستان کا رہنے والا تھا۔
(۴) وہ امام کے پاس خطوط وغیرہ کی کتابت کا کام انجام دیتا تھا۔

(۵) وہ حافظ قرآن بھی تھا۔
اس آخری خصوصیت کی بنا پر میں نے اس کا ذکر حفاظ قرآن کے حالات میں بھی کیا ہے۔^(۲)

شیخ محمد سماوی نے اسلم بن عمرو کو بھی درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ امام حسینؑ کا غلام تھا اور اس کا باپ ترکی تھا۔ وہ میدان جنگ میں آیا اور یہ رجز پڑھ رہا تھا:

امیری حسین و نعم الامیر

سرور فؤاد البشیر النذیر

”میرے امیر حسینؑ ہیں اور وہ بہترین

امیر ہیں جو پیغمبر خدا کے دل کے چین ہیں۔“

وہ جنگ کر کے زخمی ہوا اور زمین پر گرا۔ امام اس کے سر ہانے آئے اور اس کو گلے سے لگالیا اور رخسارہ اپنا

(۱) تنقیح المقال، ج ۱ ص ۱۲۵ (۲) تذکرہ حفاظ شیعہ حصہ اول، ص ۱۶۱

مصنف کی تالیف ہے اعتماد مشکل ہے۔ اگر وہ جنادہ بن حارث کا غلام ہوتا تو اسی ابتدائی موقع پر جس میں اس قافلہ کے تمام افراد اجتماعی طور پر جنگ کر کے شہید ہوئے تھے، یہ بھی شہید ہوتا، مگر ایسا نہیں ہے۔ اس کی شہادت کے بعد امام نے جو برتاؤ اس کے ساتھ کیا ہے وہ بھی ایک خاص خصوصیت کا پتہ دیتا ہے۔

جنگ اور شہادت

اس بنیاد پر کہ امام نے یہ غلام اپنے فرزند زین العابدینؑ کو ہبہ کر دیا تھا۔ روضۃ الاحباب کی یہ روایت بالکل قرین قیاس ہے کہ جب امامؑ سے اس نے اجازت جہاد مانگی تو حضرت نے فرمایا کہ خیمہ میں جا کر سید سجادؑ سے اجازت حاصل کرو۔

غلام گیا اور زین العابدینؑ سے اجازت حاصل کی پھر تمام اہل حرم کو سلام رخصت کر کے وہ میدان جنگ میں آیا۔^(۱)

اس نے یہ رجز پڑھنا شروع کیا:

البحر من طعنی و ضربی یصطلی
والجو من نبلی و سہمی یمتلی
اذا حساحی فی یمینی ینجلی
ینشق قلب الحاسد المبجل
”سمندر میں میرے نیزہ و شمشیر کی
گرمی سے آگ لگ جائے اور فضا میرے
تیروں کی پرواز سے مملو ہو جائے۔ جب
میری تلوار میرے ہاتھ میں چمکتی ہے،

(۱) ناخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۷۵

مغرور حاسد کا دل شگافتہ ہو جاتا ہے۔“

اس نے جنگ کی اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔^(۱)

امام زین العابدینؑ کو جو معلوم ہوا کہ آپ کا غلام مصروف کارزار ہے تو آپ کو اس کی جنگ دیکھنے کا اتنا اشتیاق ہوا کہ فرمایا خیمہ کی قنات سامنے سے ذرا ہٹادی جائے۔ اور آپ اس کی جنگ ملاحظہ فرماتے رہے۔^(۲)

کچھ دیر لڑنے کے بعد وہ زخمی ہو کر گرا امام حسینؑ نے یہ قدر فرمائی کہ آپ سرہانے تشریف لائے اور اس کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور اپنا رخسارہ اس غلام کے رخسارہ پر رکھا۔ غلام نے آنکھ کھولی اور امام کی اس عزت افزائی کا مشاہدہ کیا تو لبوں پر مسکراہٹ آئی اور روح جسم سے مفارقت کر گئی۔^(۳)

(۸۱) انس بن حارث اسدی

نام و نسب

انس بن حارث بن نبیہ بن کابل بن عمرو بن صعْب بن اسد بن خزیمہ اسدی کاہلی۔^(۴)

بنو کابل قبیلہ بنی اسد کی ایک شاخ تھے اور دودان بھی اس قبیلہ کی ایک شاخ ہے، اس کا نام بھی حالات کے ذیل میں آپ کی نظر سے گزرے گا۔

زیارت شہداء میں جو تحفۃ الزائر میں درج ہے اور جسے سپہر کاشانی نے بھی نقل کیا ہے۔^(۵) ان کا نام اس طرح ہے: السلام علی انس بن کاهل الاسدی یہ اس اصول پر بنی ہے کہ عرب میں کبھی انسان کی نسبت بحیثیت

(۱) مناقب، ج ۴ ص ۹۵ (۲) ناخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۷۶ (۳) تنقیح المقال،

ج ۱ ص ۱۲۵ (۴) ابصار العین، ص ۵۵ (۵) ناخ التواریخ، ج ۶ ص ۳۱۴

’مناقب‘ میں جیسا کہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اس طرح کی غلطیاں بہت ہیں۔

صحابیت

ابن عبدالبر قرطبی نے انھیں اصحاب رسولؐ میں درج کیا ہے۔^(۱)

حافظ ذہبی نے بیشک اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے:-

”لا صحبة له وحديثه مرسل

قال المزی له صحبة فوهم۔“

”انہیں صحت رسولؐ کا شرف نہیں حاصل

ہے اور ان کی حدیث مرسل ہے۔ مزی کا یہ کہنا

کہ وہ صحابی تھے درست نہیں ہے۔“^(۲)

مگر حافظ ابن حجر عسقلانی نے بہت قوت کے ساتھ اس سے اختلاف کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ ان کی حدیث مرسل کیسے قرار دی جاسکتی ہے جب کہ اس میں صاف مذکور ہے سمعت رسول اللہ (یعنی ”میں نے خود حضرت رسولؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔“ انہیں صحابہ میں بہت سے لوگوں نے ذکر کیا ہے جیسے بغوی، ابن سکین، ابن شاپہ، دغولی، ابن زبیر، باوردی، ابن مندہ، البوئیم وغیرہ۔^(۳)

ابن اثیر جزری کا بیان ہے کہ ابوالاحمد عسکری بھی ان کے صحابی ہونے سے متفق ہیں۔^(۴)

خبر شہادت

اشعث بن سحیم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ

(۱) استیعاب بر حاشیہ اصابع، ج ۱ ص ۷۴ (۲) تجرید اسماء الصحابہ مطبوعہ حیدرآباد،

ص ۳۱ (۳) اصابع، ج ۱ ص ۶۸ (۴) اسد الغابہ، ج ۱ ص ۱۲۳

ولدیت اس کے دادا یا پردادا کی طرف دے دی جاتی ہے جیسے علماء میں ابن شہر آشوب یعنی محمد بن علی بن شہر آشوب۔ ابن بابویہ یعنی محمد بن علی بن موسیٰ بن بابویہ۔ ابن طاؤس یعنی علی بن موسیٰ بن الحسن بن طاؤس وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح انس بن حارث بن نبیہ بن کابل، کوانس بن کابل کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ زیارت میں جن کا تذکرہ ہے وہ کوئی اور نہیں ہے بلکہ وہی ہیں جن کا مورخین و محدثین نے ذکر کیا ہے لیکن آپ کو داد دینا ہوگی، صاحب ’ناسخ‘ کی تاریخی باریک نگاہی کی کہ انہوں نے انس بن کابل کو ان اشخاص کی فہرست میں درج کیا ہے۔ جنہیں مورخین و محدثین میں سے کسی نے بھی ذکر نہیں کیا ہے اور ان کا نام صرف اس زیارت ہی میں وارد ہوا۔^(۱)

ابن شہر آشوب نے قرۃ بن قرۃ غفاری کے بعد لکھا ہے کہ مالک بن انس کا ہلی میدان جنگ میں آئے۔^(۲) صاحب ’ناسخ‘ نے بھی اس کا تتبع کیا ہے مگر آخر میں لکھا ہے:

”ابن نما گوید نام ایس مجاہد

مالک بن انس نیست بلکہ انس

بن حارث الکاہلی است۔“^(۳)

غنیمت ہے کہ صاحب ’ناسخ‘ نے ہلال بن نافع اور نافع بن ہلال کی طرح ان دونوں ناموں کے دو شخص قرار نہیں دیئے بلکہ یہ سمجھ گئے کہ یہ انس بن حارث کا ہلی ہی ہیں جنہیں غلطی سے مالک بن انس کا ہلی لکھا گیا ہے۔

(۱) ناسخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۷۹ (۲) مناقب، ج ۴ ص ۹۵

(۳) ناسخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۶۳

مجھ سے انس بن الحارث نے بیان کیا کہ:

”سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول ان ابني هذا يعني الحسين يقتل بارض يقال لها كربلاء فمن شهد ذلك منكم فلينصره.“

”میں نے حضرت رسولؐ کو فرماتے

ہوئے سنا کہ یہ میرا فرزند یعنی حسینؑ زمین

کربلا پر قتل ہوگا۔ جو شخص تم میں سے اس

موقع پر موجود ہو وہ اس کی نصرت کرے۔“

یہ روایت ’اصابہ‘ اور ’اسد الغابہ‘ میں نقل کی گئی ہے اور ’استیعاب‘ و ’تجريد اسماء الصحابة‘ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

شہادت

یہ امر کہ وہ کربلا میں شہید ہوئے بالکل متفقہ حیثیت رکھتا ہے۔ ابن عبد البر نے ’استیعاب‘ میں اس کی تصریح کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے ’اصابہ‘ میں لکھا ہے:-

”قال البخاري انس بن

الحارث قتل مع الحسين بن علي.“

”بخاری کا قول ہے کہ انس بن

حارث، حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ قتل ہوئے۔“

مذکورہ بالا حدیث درج کرنے کے بعد اسی کے راوی کی زبانی درج کیا ہے:-

”فخرج ابن الحارث الى كربلاء

فقتل بهامع الحسين.“

”اسی کا نتیجہ تھا کہ انس بن حارث کربلا

گئے اور وہاں حسینؑ کے ساتھ قتل ہوئے۔“

’اسد الغابہ‘ میں بھی یہ موجود ہے یہاں تک کہ ذہبی جو ان کی صحابیت کے منکر ہیں، اس امر سے متفق ہیں کہ وہ امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے ہیں۔

ہمارے علماء میں سے شیخ الطائفہ نے ’کتاب الرجال‘ میں اصحاب رسولؐ اللہ میں ان کو درج کرتے ہوئے لکھا ہے:-

”انس بن الحارث قتل مع

الحسين عليه السلام.“

”انس بن حارث امام حسینؑ کے ساتھ

قتل ہوئے۔“

زیارت شہداء میں بھی جن الفاظ میں ان پر سلام مذکور ہے وہ اس کے پہلے درج ہو چکے ہیں۔

علامہ مامغانی یہ روایت درج کرتے ہیں کہ وہ بہت کبیرا سن تھے اور رسولؐ اللہ کے ساتھ بدر و حنین میں شریک ہو چکے تھے۔ جب روزِ عاشور انھیں اجازت جہاد حاصل ہوئی تو انہوں نے عمامہ سے اپنی کمرچست باندھی اور اپنی بھوؤں کو جو آنکھوں پر لٹک آئی تھیں اونچا کر کے رومال سے باندھا۔ امامؑ ان کو دیکھ کر رو رہے تھے اور دعائے خیر دے رہے تھے:

”شكر الله لك يا شيخ.“^(۱)

فاضل سماوی لکھتے ہیں کہ وہ میدان جنگ میں

آئے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے:-

(۱) تنقيح المقال، ج ۱ ص ۱۵۴

معزز شیعہ تھے اور امیر المؤمنینؑ کی صحبت سے شرفیاب ہوئے تھے اور جب امام حسینؑ مکہ معظمہ میں اقامت گزریں ہوئے تو یہ کوفہ سے جا کر مکہ معظمہ میں حضرت کے ہمراہ رکاب ہوئے اور اوقات نماز میں اذان کی خدمت انجام دینے لگے۔^(۱)

بعض لوگوں نے انہیں ”رکابدار“ بھی کہا ہے یعنی مرکب حاضر کرنا اور سواری کا اہتمام بھی ان کے سپرد تھا۔^(۲)

جب امامؑ مکہ معظمہ سے عراق کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو وہ وہیں سے امامؑ کے ساتھ ساتھ تھے۔ راستے کے واقعات میں ان کا ذکر ملتا ہے۔

’خزانة الادب الکبریٰ‘ میں لکھا ہے کہ جب امام قصر بنی مقاتل پہنچے۔ حضرت نے ایک خیمہ دیکھا جس کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن حرجی کا ہے۔ حضرت نے حجاج بن مسروق جعفی اور یزید بن مغفل جعفی کو ان کے پاس بلانے کے لئے بھیجا۔ یہ دونوں آدمی گئے، پیغام پہنچایا اور پھر اس کا جواب لائے جس کے بعد امامؑ خود عبید اللہ سے ملاقات کو تشریف لے گئے۔ اس وقت بھی یہ دونوں شخص حضرت کے ساتھ ساتھ تھے۔^(۳)

اس موقع پر جب حرّ کے لشکر سے ملاقات ہوئی ہے نماز ظہر کا وقت آیا اس وقت بھی اس کی صراحت موجود ہے کہ امامؑ نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان دینے کا حکم دیا۔^(۴)

(۱) البصار لعین، ص ۸۹ (۲) ناخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۷۰

(۳) البصار لعین، ص ۸۹-۹۰ (۴) طبری، ج ۶ ص ۲۲۸

قد علمت کا ہلہا ودودان
والخند فیون و قیس عیلان
بان قومی افة الاقران
”قبیلہ کا بل اور دودان کے لوگ اور
خندف اور قیس عیلان سب واقف ہیں کہ
میری قوم کے بہادر میدان جنگ میں
ہمسروں کے لئے بلائے جان ثابت
ہوتے ہیں۔“^(۱)

یہ وہی رجز ہے جو کچھ اضافہ کے ساتھ مالک بن انس کاہلی کی زبانی ’ناخ‘ میں درج ہوا ہے۔^(۲)

مگر یہ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ مالک بن انس شہدائے کربلا میں کوئی نہیں تھے۔ یہ انس بن الحارث ہی کا ذکر ہے جو غلطی سے اس نام کے ساتھ درج ہوا ہے۔ وہ جنگ کر کے درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ کمیت بن زید اسدی شاعر نے حبیبؑ بن مظاہر کے ساتھ ان کا تذکرہ اپنے شعر میں اس طرح کیا ہے:-

سوی عصبۃ فیہم حبیب معفر
قضى نحبہ و الکاهلی مرمل
”یعنی (اس کے علاوہ بہت سے لوگ
جن میں ایک حبیب تھے جو خاک و
خون میں آلودہ ہو کر جان بحق تسلیم ہوئے۔
اور کاہلی تھے جو خون میں آغشته
ہوئے۔“^(۱)

(۸۲) حجاج بن مسروق جعفی

جعف بن سعد العشیرہ کی اولاد میں سے، کوفہ کے

(۱) البصار لعین، ص ۵۶ (۲) ناخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۶۳

(۳) البصار لعین، ص ۵۶

روز عاشور انہوں نے امام سے اذن جہاد حاصل کیا، میدان میں جا کر رجز پڑھی بہت سے دشمنوں کو قتل کیا اور شہید ہوئے۔^(۱)

زیارت شہداء میں ان پر سلام موجود ہے:-

”السلام علی الحجاج بن

مسروق الجعفی۔“

(۸۳) زیاد بن عریب ہمدانی

حافظ بن حجر عسقلانی نے اصابہ میں ان کا نام و نسب اس طرح لکھا ہے:-

”ابو عامر زیاد بن عمرو بن عریب بن حنظلہ بن دارم بن عبد اللہ بن کعب الصائد الہمدانی۔“ اور یہ تصریح کی ہے کہ وہ حسین بن علی کے ساتھ واقعہ کربلا میں قتل ہوئے اور ان کے باپ کے لئے خدمت رسول میں حضوری کا شرف حاصل تھا۔^(۲)

مولف ’البصار العین‘ نے ان کا نسب اس طرح لکھا ہے:-

”زیاد بن عریب بن حنظلہ بن

دارم بن عبد اللہ بن کعب الصائد

بن شرجیل بن شراحیل بن عمرو

بن جشم بن حاشد بن جشم بن

حیزون بن عوف بن ہمدان

ابو عمرۃ الہمدانی الصائدی۔“

اس میں اور پہلی روایت میں اتنا اختلاف ہے کہ وہاں ان کی کنیت ابو عامر مذکور تھی، یہاں ابو عمرہ۔ وہاں

عریب ان کے دادا کا نام تھا، یہاں باپ کا۔ وہاں کعب الصائد کے آگے جس کی طرف صائدی کی نسبت ہے سلسلہ نسب مذکور نہ تھا، یہاں ہمدان تک سلسلہ مذکور ہے۔

انہوں نے لکھا ہے کہ عریب صحابی تھے اور تمام طبقات رجال میں مذکور ہیں اور ان کے فرزند ابو عمرہ کو جو شہدائے کربلا میں ہیں ادراک یعنی کمسنی میں زیارت رسول کا شرف حاصل تھا اور حافظ ابن حجر کا یہ بیان ہے کہ ان کے باپ عمرو بن عریب کو ادراک رسول کا درجہ حاصل تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خود ان کا سن اتنا نہ تھا۔

زیاد بڑے عابد و زاہد شب زندہ دار اور تہجد گزار تھے اور شجاعت میں بڑے بلند پایہ۔ روز عاشور سخت جنگ کرنے کے بعد درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔^(۱)

(۸۴) سالم بن عمرو بن عبد اللہ مولیٰ بنی المدینۃ الکلبی

بنو المدینہ قبیلہ کلب قضاعہ کی ایک شاخ تھے، مدینہ ان کی ماں کا نام تھا جس کی طرف ان کی نسبت ہے۔ زید بن حارثہ صحابی اور محمد بن سائب کلبی صاحب تفسیر بھی اسی نسل سے تھے۔ سالم اسی خاندان کے غلام تھے اور شیعیاں کوفہ میں محسوب تھے۔ جناب مسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے۔ اور مسلم کی شہادت کے بعد گرفتار کئے گئے مگر کسی طرح موقع پا کر نکل گئے اور اپنی قوم میں مخفی ہو گئے۔ جب امام حسین کی کربلا پہنچنے کی خبر سنی تو قبیلہ کلب کے لوگوں کے ساتھ کربلا آئے اور امام حسین کے انصار میں داخل ہوئے اور روز عاشور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔^(۲)

(۱) البصار العین، ص ۸۰ (۲) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۵

(۱) مناقب، ج ۴ ص ۹۵ (۲) اصابہ، ج ۳ ص ۱۱۶

’البصار لعین‘ میں ہے:

”قال السروی قتل فی اول

حملة مع من قتل من اصحاب

الحسین علیہ السلام۔“

”سروی نے کہا ہے کہ وہ ’حملہ اولیٰ‘ میں دیگر اصحاب حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے۔^(۱)

’سروی‘ سے مراد بظاہر صاحب ’مناقب‘ ہیں اس لئے کہ ان کا نام ہے ”محمد بن علی بن شہر آشوب سروی مازندرانی“

مگر ’مناقب‘ میں ان کا نام ”حملہ اولیٰ“ کے شہداء کی فہرست میں مجھ کو نظر نہیں آیا۔ صاحب ’ناسخ‘ نے بھی جو حملہ اولیٰ کے شہداء کی فہرست بالکل مناقب کے تتبع کے ساتھ لکھی ہے، اس میں بھی ان کا نام نہیں ہے بلکہ صاحب ’ناسخ‘ نے ان کو ان شہداء کی فہرست میں درج کیا ہے جن کو مورخین و محدثین نے ذکر نہیں کیا ہے اور ان کے نام صرف زیارت شہداء میں وارد ہوئے ہیں۔^(۲)

اس لئے میں نے شہدائے کربلا کے حصہ اول میں ان کا نام ”حملہ اولیٰ“ کے شہداء میں داخل نہیں کیا۔

زیارت شہداء میں ان پر حسب ذیل الفاظ میں سلام ہے:

”السلام علی سالمہ مولیٰ بنی

المدنیۃ الکلبی۔“

(۸۵) سعد بن حارث مولیٰ امیر المومنینؑ

وہ جناب امیرؑ کے غلام تھے، حضرت کے بعد

امام حسنؑ اور پھر امام حسینؑ کی خدمت میں رہے۔^(۱)

علامہ مامغانی لکھتے ہیں کہ انہوں نے حضرت رسولؐ کے زمانہ کا بھی ادراک کیا اور امیر المومنینؑ کے زمانہ میں وہ پولس کے محکمہ کے افسر تھے اور آپ نے ان کو آذربائجان کا حاکم بھی مقرر کیا تھا۔^(۲)

وہ امامؑ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ مکہ معظمہ میں حضرت کے ساتھ ہوئے اور پھر کربلا آئے اور روز عاشورا اپنی جان امام پر نثار کی۔

البصار لعین میں ہے کہ وہ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔ پھر صراحۃً ’مناقب‘ ابن شہر آشوب کا حوالہ دیا ہے مگر ’مناقب‘ میں ان کا ذکر حملہ اولیٰ کے شہداء میں موجود نہیں ہے۔ بیشک امیر المومنینؑ کے حالات میں انہوں نے آپ کے غلاموں کی فہرست میں لکھا ہے کہ:

”سعد اور نصر دو غلام آپ کے امام حسینؑ کے ساتھ قتل ہوئے۔“^(۳)

مگر حملہ اولیٰ کی خصوصیت ثابت نہیں ہے۔ اسی لئے میں نے حصہ اول میں ان کو اس فہرست میں درج نہیں کیا۔

(۸۶) عمر بن جندب حضرمی

شیعیان کوفہ میں سے تھے۔ امیر المومنینؑ کے ساتھ جمل اور صفین میں شریک ہوئے۔ ۱۵ھ میں جب حجر بن عدی کا واقعہ درپیش ہوا تو یہ ان کے اعوان میں محسوب تھے اور اس لئے جب وہ گرفتار کر کے شام بھیجے گئے تو یہ بھاگ کر مخفی ہو گئے یہاں تک کہ زیاد ابن ابیہ ہلاک ہوا، اس وقت یہ کوفہ واپس ہوئے۔

(۱) البصار لعین، ص ۴۲ (۲) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۱۲ (۳) مناقب، ج ۳ ص ۱۶۲

(۱) البصار لعین، ص ۱۰۸ (۲) ناسخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۷۹

ہے۔ بعض کتابوں میں انھیں ”لقیسی العبدی“ لکھا گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ وہ قبیلہ قیس عیلان سے نہ تھے بلکہ قبیلہ عبد قیس سے تھے۔ اس لئے نسبت میں کبھی پہلے جزو کا لحاظ کیا جاتا ہے اور کبھی دوسرے کا۔

یزید بن ثبیط شیعان بصرہ میں سے تھے اور ابوالاسود دوکی (شاگرد امیر المومنینؑ) کے مصاحبین میں سے۔

جب امام حسینؑ مکہ سے بارادہ عراق روانہ ہوئے ابن زیاد نے بصرہ کے گورنر کو یہ خط لکھا کہ ”بصرہ کے لوگوں سے ہوشیار رہنا کوئی شخص نصرت حسینؑ کے لئے جانے نہ پائے“ مگر بصرہ میں عبد قیس کے قبیلہ کی ایک عورت ماریہ بن منذر بڑی پختہ شیعہ تھی۔ اسی کا مکان شیعان بصرہ کے اجتماع کا مرکز تھا۔ یزید بن ثبیط نے امام کی نصرت کا ارادہ کیا۔ ان کے دس فرزند تھے جن کو انھوں نے اپنے ساتھ چلنے کی ترغیب دی۔ دو ان میں سے تیار ہوئے۔ عبداللہ بن ثبیط اور عبید اللہ بن ثبیط (ان ہی دونوں کا تذکرہ حصہ اول میں ہوا ہے) جب ان کے ساتھیوں کو جو اس مکان میں جمع ہوتے تھے معلوم ہوا، سب نے ان کو خوف دلایا اور کہا کہ نکلنا مشکل ہے۔ مگر مجاہد راہ خدا کا ارادہ مستحکم تھا، اس نے جواب دیا کہ ”جب میرے قدم باہر نکل گئے تو پھر میرا ملنا غیر ممکن ہے۔“ کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ امام عراق کے راستہ میں ابطح کی منزل پر وارد ہوئے تھے جب یہ لوگ اس مقام پر پہنچے۔ اور امام کے خیمہ کی طرف شرف ملاقات حاصل کرنے کے لئے گئے۔ امام خود یہ سن کر کہ یہ لوگ آئے ہیں ملنے کے لئے دوسرے راستہ سے ان کے جائے

جب جناب مسلم کوفہ میں آئے تو انہوں نے مسلم کی اعانت کی، اور مسلم کی شہادت کے بعد مخفی طور پر امام کی خدمت میں پہنچ گئے اور حضرت کے ساتھ رہے یہاں تک کہ روز عاشور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔^(۱)

زیارت شہداء میں ان پر سلام موجود ہے۔ صاحب ’ناسخ‘ نے ان کا نام ان شہداء کے ذیل میں درج کیا ہے جن کو مورخین و محدثین نے نہیں لکھا ہے اور صرف زیارت میں ان کا نام مذکور ہے۔

(۸۷) قنعب بن عمرو النمری

شیعان بصرہ میں سے تھے۔ حجاج بن زید سعدی کے ساتھ امام کی خدمت میں آئے اور روز عاشور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔^(۲)

زیارت شہداء میں ان پر سلام کیا گیا ہے۔ بیشک ان کے نام کے ساتھ کی نسبت میں نسخوں میں بڑا اختلاف ہے۔ ’ابصار العین‘ میں ’نمری‘ تنقیح المقال میں ہے ”نمری“۔ زیارت شہداء کے ایک نسخہ میں ہے ”تملی“۔ ’ناسخ‘ میں جو یہ زیارت درج کی ہے وہاں ہے ”تمری“۔ اور ان کا نام فہرست میں ان شہداء کی جنہیں مورخین و محدثین نے نہیں لکھا ہے مگر زیارت میں ان کا نام مذکور ہے، جب لکھا ہے تو وہاں ہے ”تمیری“۔

(۸۸) یزید بن ثبیط العبدی

ان کے دو فرزندوں کا تذکرہ اس کے پہلے حصہ اول میں آیا ہے جن کے نام کے ساتھ ”قیسی“ لکھا گیا ہے۔ زیارت شہداء میں خود یزید کے نام کے ساتھ قیسی

(۱) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۳۲۷ (۲) ابصار العین، ص ۱۲۵

قیام پر تشریف لے جا چکے تھے اور جب انہیں نہ پایا تو وہیں انتظار کے لئے بیٹھ گئے تھے۔ یہ لوگ مایوس ہو کر واپس ہوئے تو امامؑ کو اپنے ہی یہاں بیٹھا پایا۔ اس وقت کی ان کی خوشی کا اندازہ غیر ممکن ہے۔ انہوں نے یہ آیت پڑھی ”بفضل الله و برحمته فبذلك فليفرحوا“ (یعنی) ”خدا کے فضل و رحمت سے مومنین کو خوش ہونا چاہئے۔“

اس کے بعد امامؑ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور عزم نصرت کا اظہار کیا۔ امامؑ نے دعائے خیر دی۔ روز عاشور یہ اپنے دونوں فرزندوں سمیت درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔^(۱)

ان کے بیٹے پہلے حملہ اولیٰ میں قتل ہوئے اور یزید خود اس کے بعد جنگ کر کے شہید ہوئے۔^(۲)

(۸۹) یزید بن زیاد بن مہاصر ابو الشعثاء کندی بہدلی

بنو بہدلی قبیلہ کنندہ کی ایک شاخ تھے۔ ابو الشعثاء اسی جماعت میں سے ہیں وہ شیعیان کوفہ میں سے شریف، بہادر اور جنگ آزما تھے۔ امامؑ کی خدمت میں حرکی ملاقات سے پہلے پہنچے اور پھر ہمراہ رکاب رہے۔^(۳)

جب حرکی فوج نے امامؑ کی مزاحمت کی اور آخر یہ طے پایا کہ ایک ایسے راستہ پر روانگی ہو جو نہ کوفہ جاتا ہے اور نہ مدینہ پہنچتا ہے اور قافلہ روانہ ہوا اور نینوا کے حدود تک پہنچا تو ایک سوار کوفہ کی طرف سے آیا جو ابن زیاد کا خط لایا

تھا حر کے نام۔ یہ مالک بن نسر بدلی تھا۔ یزید بن زیاد بن مہاصر نے جو اس شخص کو دیکھا تو پہچانا۔ چونکہ وہ بھی قبیلہ کنندہ کا شخص تھا، اس لئے انہوں نے اس سے کہا کہ یہ تو نے کیا غضب کیا۔ اس کام کے لئے تو آیا؟ اس نے کہا: ”میں نے تو اپنے امام کی اطاعت کی ہے اور اپنی بیعت کو پورا کیا ہے۔“ ابو الشعثاء نے کہا کہ تو نے خدا کی تو نافرمانی کی اور اپنے امام کی اطاعت کی اور اپنے نفس کی ہلاکت کا سامان مہیا کیا اور ہمیشہ کے لئے ننگ و عار اور آتش جہنم کا مستحق بنا۔ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ:-

”وجعلنا منهم ائمة يذنون الى النار و يوم القيامة لا ينصرون۔“

”کچھ ایسے امام ہیں جو آتش جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں اور روز قیامت ان کی کوئی فریاد نہ ہوگی۔“

”بیشک تیرا امام ایسا ہی ہے۔“^(۱)

اس کے ساتھ طبری کی یہ روایت عجیب ہے کہ وہ عمر سعد کے ساتھ کوفہ سے اس فوج میں شامل ہو کر آئے تھے لیکن جب امام حسینؑ کے پیش کردہ صلح کے شرائط مسترد کئے گئے تو وہ آکر امام حسینؑ سے مل گئے۔^(۲)

وہ بہت بڑے تیر انداز تھے۔ اپنے گھٹنے ٹیک کر وہ امام کے سامنے بیٹھ گئے۔ ”طبری“ کے مطبوعہ نسخہ میں ہے:-

”فرحى بمائة سهم ماسقط منها خمسة اسهم۔“

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۳۲ (۲) طبری، ج ۶ ص ۲۵۵

(۱) طبری، ج ۶ ص ۱۹۸ (۲) البصار لعین، ص ۱۱۱ (۳) البصار لعین، ص ۱۰۲

”انہوں نے سو (۱۰۰) تیر پھینکے جن

میں سے پانچ تیروں نے خطا نہیں کی۔“

اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ پچانوے (۹۵)

تیروں نے خطا کی۔ یہ بالکل عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔
لیکن اس کے بعد ہے:-

”فلما رعى بها قام فقال ما

سقط منها الا خمسة اسهم و

ولقد تبين لى انى قد قتلت

خمسة نفر۔“

”جب وہ تیر لگا چکے تو کھڑے ہو گئے

اور کہا کہ بس پانچ تیروں نے خطا کی ہے اور

مجھے معلوم ہوا کہ میں نے پانچ آدمی قتل

کئے۔“

یہ عبارت بالکل بے معنی قرار پاتی ہے۔ مؤلف

’ابصار العین‘ نے ’طبری‘ ہی کا تتبع کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ

انہوں نے سو (۱۰۰) تیر لگائے جن میں سے پانچ نے خطا

نہیں کی۔ اور آخر میں یہ لکھا ہے کہ صرف پانچ نے خطا کی۔

یہ عبارتیں متضاد ہیں۔

حقیقت منکشف ہوتی ہے اس مقام پر سپر

کا شانی کی عبارت سے انہوں نے لکھا ہے:-

”اور اہست چوبہ تیر در کنانہ

بود ایں جملہ را بسوئے اعدا

کشاد و او پنچ چوبہ تیر از سپہام او

خطا نہ کرد و پنچ تن

را بخاک افگند۔“^(۱)

(۱) ناسخ التواریخ، ج ۶، ص ۲۷۶

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ طبری میں چھاپہ کی

غلطی سے ”ثمانیہ“ کے بجائے ”مائة“ ہو گیا ہے۔

ہر مرتبہ تیر پھینکنے کے وقت وہ یہ شعر پڑھتے تھے:

انا ابن بہدله

فرسان العر جله

”(یعنی) میں قبیلہ بہدلہ کا شخص ہوں

جو میدان جنگ کے شہسوار ہیں۔“

امام ان کو دعا دیتے تھے کہ

”اللهم سد دمیتہ واجعل

ثوابہ الجنة۔“

”خداوند! تیر کو نشانہ پر پہنچانا اور اس کا اجر و ثواب

جنت قرار دینا۔“

جب تیر ختم ہو گئے تو وہ میدان جنگ میں آئے اور یہ

رجز پڑھی:-

انا یزید و ابی مہاصر

اشجع من لیث بغیل خادر

یا رب انی للحسین ناصر

ولا بن سعد تارک و ہاجر

”(یعنی) میں یزید ہوں اور میرے

باپ مہاصر تھے۔ میں شیر بیشہ سے زیادہ

بہادر ہوں۔ خداوند گواہ رہنا کہ میں حسینؑ کا

مددگار ہوں اور ابن سعد سے بے تعلقی اختیار

کرنے والا ہوں۔“^(۱)

آخر درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

صاحب ’ناسخ‘ جن کی تاریخی عجائب آفرینیاں

(۱) طبری، ج ۶، ص ۲۵۵

کسی طرح منتقل نہ ہوا کہ یہ سب ایک ہی شخص کے نام کی تبدیلیاں ہیں بلکہ انہوں نے تین مختلف شہید قرار دے لئے۔

(۹۰) یزید بن مغفل جعفی کوفی

امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے اور آپ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے۔ خریث بن راشد ناجی نے جب سرزمین اہواز میں خروج کیا ہے تو امیر المومنینؑ نے معقل بن قیس کی سرکردگی میں لشکر روانہ کیا۔ اس میں یزید بن مغفل مہینہ فوج کے سردار مقرر ہوئے تھے۔^(۱)

مرزبانی نے ’مجمع الشعراء‘ میں ان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ تابعین میں محسوب ہیں۔ ان کے باپ صحابہ میں سے تھے۔ انہوں نے روز عاشور امام حسینؑ کی نصرت کی۔ وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

ان تنکرونی فانا ابن المغفل
شاک لدی الہیجاء غیر اعزل
فی یمینی نصف سیف منصل
اعلو بہ الفارس وسط القسطل
’اگر نہ پہچانتے ہو مجھے تو پہچان لو کہ
میں مغفل کا فرزند ہوں۔ میدان جنگ کا
شہسوار اور مکمل اسلحہ رکھنے والا ہوں۔
میرے ہاتھ میں تیز شمشیر رہتی ہے جس کو
میں غبار جنگ کے اندر شہسوار دشمن کے سر
پر بلند کرتا ہوں۔‘

حافظ بن حجر عسقلانی نے مرزبانی کے حوالہ سے

(۱) البصار لعین، ص ۹۱

آپ کے سامنے بہت آچکی ہیں۔ انہوں نے اس مقام پر کمال کر دیا ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے لکھا ہے:-

”یزید بن زیاد بن شعنا

بمیدان مبارزت آمد۔۔۔ الخ“^(۱)

پھر اُسی صفحہ میں ابو عمر نہشلی کی جنگ کے بعد لکھا

ہے:-

”انگاہ یزید بن مہاجر کہ

ابو الشعنا کینیت داشت از مردم

بنی بہدله از طائفہ کندہ بمیدان

آمد۔۔۔ الخ^(۱)

پھر اس کے ایک صفحہ بعد ان لوگوں کی فہرست

میں جو بحار وغیرہ عام کتابوں میں مذکور نہیں ہیں لکھا ہے:-

”نخستیں زیاد مصاہر

الکندی است عبداللہ بن محمد

رضا الحسینی در جلد دوم جلاء

العیون از مولفات خود می

نویسد کہ بعد از مالک بن انس

یزید بن مصاہر الکندی بر لشکر

ابن سعد حملہ کرد۔۔۔ الخ^(۳)

اب آپ دیکھئے کہ ابو الشعنا کینیت کے بجائے

پہلی جگہ شعنا، دادا کا نام قرار دیا گیا اور دوسری جگہ مہاصر

کے بجائے مہاجر قرار دے کر باپ کے نام کے بجائے دادا

کا نام رکھا گیا اور تیسری جگہ مہاصر کو بغیر کسی غلطی کے

ولدیت میں ذکر کیا گیا اور صاحب نسخ کا ذہن اس طرف

(۱) ناخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۷۶ (۲) ناخ، ج ۶ ص ۲۷۶

(۳) ناخ، ج ۶ ص ۲۷۷

اپنے فرزند محمد کو بھیج دو اور یہ قیمتی کپڑے لو۔ ان کی قیمت سے اس کی رہائی کا سامان کیا جائے۔“
حضرت نے پانچ کپڑے مرحمت کئے جن کی قیمت ہزار اشرفی کے قریب تھی۔^(۱)
اس گفتگو کا ذکر ان کی زیارت شہداء میں موجود ہے۔

”السلام علی بشر بن عمرو
الحضری شکر الله لك قولك
للحسين وقد اذن لك في
الانصراف اكلتني اذن السباع
حيا ان فارقتك واسئل عنك
الركبان واخذلك مع قلة
الاعوان لا يكون هذا ابدا۔“

”سلام ہو بشر بن عمرو حضری پر۔ خدا تمہیں جزائے خیر دے تمہاری اس گفتگو پر جو تم نے حسینؑ سے کی اس وقت جب انہوں نے تم کو واپسی کی اجازت دی۔ تم نے کہا کہ مجھے جیتے جی درندے کھا جائیں اگر میں آپ کو چھوڑوں اور دوسرے آنے جانے والے سواروں سے آپ کا حال دریافت کروں اور آپ کی مدد سے خود ہاتھ روکوں۔ اس حالت میں جب کہ آپ کے مددگاروں کی تعداد کم ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔“
’ابصار العین‘ میں لکھا ہے:

(۱) ابصار العین، ص ۱۰۳

ان اشعار کو نقل کیا ہے۔^(۱)

زیارت شہداء میں ان پر سلام مذکور ہے مگر چھاپہ اور کتابت کی غلطی سے کہیں تو ”بدر بن معقل جعفی“ ہے اور کہیں ”زید بن معقل جعفی۔“

(۹۱) رافع بن عبد اللہ مولیٰ مسلم الازدی

مسلم بن کثیر اعرج کا ذکر ”حملہ اولی“ کے شہداء میں ہو چکا ہے۔^(۲)

رافع انہی کے غلام تھے۔ اپنے مالک کے ساتھ کربلا میں آئے اور بعد ظہر جنگ کر کے شہید ہوئے۔^(۳)

سب سے آخری شہداء

(۹۲) بشر بن عمرو بن الاحدوث
الحضری الکندی

وہ اصل میں حضرموت کے رہنے والے تھے لیکن کوفہ میں محلہ بنو کندہ میں قیام رکھتے تھے اس لئے کندی کہے جاتے تھے، جب کربلا میں صلح کی گفتگو ہو رہی تھی، اس زمانہ میں وہ آکر انصار امام میں شامل ہوئے۔ روز عاشور انھیں خبر پہنچی کہ ان کا فرزند عمروؑ کی سرحد میں قید ہو گیا ہے۔ کہا خدا پر چھوڑتا ہوں میں اس کو بھی اور اپنے تئیں بھی۔ بیشک اگر مجھے زندہ رہنا ہوتا تو یہ پسند نہ کرتا کہ وہ قید رہے۔ امام کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ تم میری بیعت سے آزاد ہو جاؤ۔ اور اپنے فرزند کی رہائی کی فکر کرو۔ با وفا مجاہد نے کہا کہ ”مجھے جیتے جی درندے کھا جائیں اگر میں آپ سے جدا ہوں۔ یہ بھلا کہاں ممکن ہے۔ حضرت نے فرمایا: ”اچھا

(۱) اصحابہ مطبوعہ مصر، ج ۳ ص ۶۷ (۲) کتاب ہذا، ص ۸۰-۷۹

(۳) ابصار العین، ص ۱۰۹-۱۰۸

”قال السروى انه قتل في

الحملة الاولى۔“

”یعنی ابن شہر آشوب نے کہا ہے کہ

وہ ’حملہ اولیٰ‘ میں قتل ہوئے۔“

مجھے ’مناقب‘ ابن شہر آشوب سے اس کی تصدیق نہیں ہوئی۔ ضحاک بن عبد اللہ مشرقی کی روایت میں تصریح ہے:-

”قال لَمَّا رَأَيْتُ اصْحَابَ الْحُسَيْنِ اصْبَبُوا وَقَدْ خَلَصَ إِلَيْهِ وَالِىَ أَهْلِيَّتَهُ وَلَمْ يَبْقَ مَعَهُ غَيْرُ سُوَيْدِ بْنِ عَمْرٍو وَبَنِي أَبِي الْمَطَّاعِ الْخَثْعَمِيِّ وَبَشَرَ بْنِ عَمْرٍو الْحَضْرَمِيِّ۔“

”ان کا بیان ہے کہ جب میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ کے سب اصحاب شہید ہو گئے اور اب تنہا وہ اور ان کے عزیز باقی ہیں اور انصار میں سوائے سويد بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی اور بشر بن عمرو حضرمی کے اور کوئی نہیں ہے۔“^(۱)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اصحاب میں تقریباً سب کے بعد شہید ہوئے ہیں۔ تعجب ہے کہ مصنف ’ابصار العین‘ نے سويد کے حالات میں اسے درج کرنے کے باوجود بشر کے حالات میں اس کی طرف توجہ نہیں کی ہے۔

(۹۳) سويد بن عمرو بن ابی المطاع الخثعمی

ضعیف العمر عابد وزاہد اور بڑے نماز گزار تھے۔ لڑائیوں میں بھی شریک ہوئے تھے اور کار نمایاں انجام دے چکے تھے۔ شیخ طوسی نے ’رجال‘ میں ان کو اصحاب امام حسینؑ میں درج کیا ہے۔^(۲)

(۱) تاریخ طبری، ج ۶ ص ۲۵۵ (۲) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۷۲

روز عاشور وہ شریک جنگ تھے۔ اور ابھی آپ ضحاک بن عبد اللہ مشرقی کی روایت میں دیکھ چکے ہیں کہ جب سب انصار شہید ہو چکے تھے اس وقت یہ دو شخص باقی تھے۔ بشر بن عمرو حضرمی اور سويد^(۱) بن عمرو۔ اس کے بعد تاریخ میں یہ صراحت موجود ہے کہ:-

”كان آخر من بقى مع الحسين من اصحابه سويد بن عمرو بن ابی المطاع الخثعمی۔“

”سب سے آخر میں جو شخص اصحاب امام حسینؑ میں حضرت کے ساتھ رہ گئے تھے وہ سويد بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی تھے۔“^(۲)

اس سے ظاہر ہے کہ وہ بشر بن عمرو حضرمی کے بعد شہید ہوئے ہیں۔ اسی لئے ’ابصار العین‘ میں تصریح کی ہے کہ جب بشر حضرمی قتل ہو چکے تو سويد آگے بڑھے۔^(۳) انہوں نے جنگ کی اور زخمی ہو کر گرے وہ اتنے بے حال تھے کہ سب سمجھے ان کا کام تمام ہو گیا اور روح جسم سے مفارقت کر چکی ہے۔ مگر ان میں جان باقی تھی۔ جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو انھیں ہوش آیا اور ان کے کان میں آواز گئی کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔ وہ بیتاب ہو کر اٹھے۔ ان کی تلوار لوگ لے جا چکے تھے، ایک پُھرا موجود تھا۔ انھوں نے اس سے پاس والے جو دشمن تھے ان پر حملہ کیا۔ آخر دشمن ٹوٹ پڑے اور ان کا سر جسم سے جدا کیا۔^(۴) بعض دوسرے شہداء کے نام جو مختلف کتابوں

میں درج ہیں:-

مذکورہ بالا شہداء وہ ہیں جن کے نام زیارت شہداء

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۵۹ (۲) طبری، ج ۶ ص ۲۵۹

(۳) ابصار العین، ص ۱۰۱ (۴) طبری، ج ۶ ص ۲۶۰

ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی کا پورا نام، جو تاریخ سے ثابت ہے، یہ ہے لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف بن سلیم الغامدی ان کے پرداد ابو مخنف بن سلیم غامدی وہ تھے جو صحابی تھے اور امیر المومنین کے اصحاب میں سے تھے اور جنگ صفین میں قبیلہ ازد کے رایت کے حامل تھے اور انہوں نے ۶۴ھ میں سلیمان بن صرد خزاعی وغیرہ کے ساتھ امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے سلسلہ میں شہادت پائی۔^(۱)

رہ گئے ابو مخنف لوط بن یحییٰ وہ غالباً اس وقت دنیا میں موجود بھی نہ تھے، وہ امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں سے تھے اور بعض کا خیال ہے کہ امام محمد باقرؑ کے عہد کا ادراک کیا مگر یہ بھی ثابت نہیں ہے۔^(۲)

پھر اس کی بنیاد کیا باقی رہتی ہے کہ وہ خود واقعہ کربلا میں موجود تھے اور اپنے چشم دید واقعات لکھے ہیں اس لئے قابل قبول ہیں۔ پھر ابو مخنف کے اصل مقتل کا دنیا میں وجود بھی نہیں ہے۔

بحار وغیرہ میں اس کے حوالہ سے کتب قدیمہ کے واسطے سے روایات درج ہیں لیکن یہ آپ کو معلوم ہو چکا کہ ابراہیم ابن الحسین کا ذکر بحار میں نہیں ہے۔

(۹۵) ابوالحتوف الانصاری

حدائق وردیہ میں جو ایک زیدی المذہب مصنف کی تالیف ہے ان کا ذکر ہے۔ ان کے بھائی سعد بن الحارث الانصاری اور وہ دونوں لشکر عمر بن سعد میں تھے اور خوارج کے فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

جب امام حسینؑ کے تمام اصحاب شہید ہو چکے تو

میں درج ہیں یا مستند کتب اخبار و تواریخ سے ان کی شہادت کی واقعہ کربلا میں تصدیق ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ کچھ شہداء کے نام ہیں جو بعض کتابوں میں درج ہیں۔ میرے نزدیک وہ پورے طور سے ثابت نہیں ہیں اس لئے میں ان کے اسماء حروف تہجی کی ترتیب سے لکھنے کے ساتھ ان کی مختصر کیفیت اس کتاب کے حوالہ سے جس میں ان کا حال ہے درج کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۹۴) ابراہیم بن الحسین الاسدی

ابن شہر آشوب نے ابو ثمامہ صاندی کے بعد ان کی جنگ کا ذکر کیا ہے۔^(۱)

سپرہ کاشانی نے ان اصحاب کی فہرست میں جن کا نام بحار وغیرہ میں نہیں ہے ان کو ابراہیم بن الحسین کے نام سے درج کیا ہے۔ اور ابو مخنف لوط بن یحییٰ کا حوالہ دیا ہے اور لکھا ہے کہ:-

”ہمانا یحییٰ از اصحاب امیر المومنین علیہ السلام است و پسرش لوط کہ مکنی بابی مخنف است در شمار اصحاب حسن و حسین علیہما السلام است چوں حاضر این مواقع بود چہ آنچہ را دیدہ و آنرا کہ شنودہ یکبارہ خالی از صحت نباید دانست۔“^(۲)

اب اس محققانہ استدلال پر میں کیوں کرا اعتماد کروں جس کا کوئی ایک جز بھی صحیح نہیں ہے۔

(۱) اصحاب، ج ۳ ص ۳۹۲ (۲) الشیعہ وفنون الاسلام، ص ۶۷

(۱) مناقب، ج ۴ ص ۹۶ (۲) ناخ التواریخ، ج ۶ ص ۷۷

میں ان کا داخل ہونا عجیب ہے اور پھر بنی ہاشم میں کس شاخ سے وہ متعلق تھے اس کا پتہ نہیں۔

(۹۸) انیس بن معقل اصحی

ابن شہر آشوب نے جوین مولیٰ ابی ذر کے بعد ان کا ذکر کیا ہے۔

سپہر کا شانی نے ان اصحاب کی فہرست میں جن کا ذکر بحار وغیرہ میں نہیں ہے۔ اعصم کوئی کے حوالہ سے ان کا تذکرہ کیا ہے۔^(۱)

(۹۹) خالد بن عمرو بن خالد ازدی

عمرو بن خالد اسدی صیداوی کا تذکرہ اس کے پہلے ہو چکا ہے۔^(۲)

اسدی کے بجائے ابن شہر آشوب نے ”ازدی“ درج کیا ہے اور عمرو بن خالد ازدی کی شہادت کے بعد لکھا ہے کہ ان کا فرزند خالد میدان جنگ میں آیا۔^(۳)

سپہر کا شانی نے بھی اس کا تتبع کیا ہے۔^(۴) لیکن عمرو بن خالد اور ان کے تمام ساتھی جو کوفہ کے راستہ میں امام سے آکر ملحق ہوئے تھے نام بنام تاریخ میں مذکور ہیں۔ اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ ان کے فرزند بھی ان کے ساتھ تھے۔ بیشک ان کا غلام سعد تھا جس کا ذکر ہو چکا ہے۔^(۵)

(۱۰۰) سعد بن حارث الانصاری

ان کے بھائی ”ابو یحیٰی انصاری“ کے ذکر میں ان کا حال درج ہو چکا ہے۔

حضرت نے آواز استغاثہ بلند کی اور اہل حرم میں نالہ و فریاد کا شور برپا ہوا۔ بس ان دونوں بھائیوں کو تاب نہ رہی اور یہ تلوار کھینچ کر فوج اہل کوفہ سے لڑنے لگے اور جان بحق تسلیم ہوئے۔^(۱)

(۹۶) ابو عمرو نہشلی

سپہر کا شانی نے یزید بن زیاد بن شعثاء کے بعد ان کا ذکر کیا ہے اور ابن نما کی مہران مولیٰ بنی کاہل کی زبانی یہ روایت درج کی ہے کہ روز عاشورا میں نے ایک شخص کو دیکھا جو مثل شیر کے حملہ کر رہا تھا اور رجز پڑھ رہا تھا۔ میں نے نام پوچھا تو معلوم ہوا ”ابو عمرو نہشلی“۔ آخر ایک شخص نے قبیلہ بنی تیم اللات سے جس کا نام تھا عامر بن نہشل ان پر حملہ کیا اور قتل کیا۔^(۲)

مؤلف ’البصار العین‘ نے ابن نما کی عبارت کا یہ اقتباس زیاد بن عریب بن حنظلہ الصائدی الہمدانی کے حال میں درج کیا ہے اس بناء پر کہ ان کی کنیت ابو عمرو تھی اور انہوں نے روایت کے الفاظ یہ درج کئے ہیں کہ میں نے نام پوچھا تو معلوم ہوا ”ابو عمرو الحنظلی“ اس صورت میں ”ابو عمرو نہشلی“ کی اصلیت کچھ باقی نہیں رہتی۔

(۹۷) احمد بن محمد الہاشمی

ابن شہر آشوب نے عمرو بن قرظہ انصاری کے بعد ان کا ذکر کیا ہے۔^(۳)

ہاشمی سے مراد اگر یہ ہو کہ وہ بنی ہاشم سے تھے تو اعزائے امام کے سلسلہ سے بالکل علیحدہ اصحاب کے ذیل

(۱) ناخ، ج ۶ ص ۲۷۸ (۲) کتاب ہذا، ص ۴۵-۴۳ (۳) مناقب، ج ۴ ص ۹۴

(۴) ناخ، ج ۶ ص ۲۶۵ (۵) کتاب ہذا، ص ۴۳

(۱) البصار العین، ص ۹۴ (۲) ناخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۷۶

(۳) مناقب، ج ۴ ص ۹۶

(۱۰۱) سعید بن حنظلہ تمیمی

ابن شہر آشوب نے خالد بن عمر ازدی کے بعد ان کا ذکر کیا ہے۔^(۱)

تاریخ روضۃ الصفا^(۲) میں بھی ان کا حال درج ہے اور سپہر کا شانی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔^(۳)

(۱۰۲) شعیب بن جراد الکلابی الوحیدی

علامہ مامغانی نے ان کا حال درج کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ علمائے سیر نے ذکر کیا ہے کہ یہ کوفہ کے بہادر تھے اور امیر المومنینؑ کی صحبت سے شرفیاب ہوئے تھے اور لڑائیوں میں کارنمایاں کر چکے تھے۔ خصوصاً صفین میں انہوں نے بڑی جانفشانی سے کام لیا تھا۔

جب جناب مسلم کوفہ میں آئے تو انہوں نے مسلم کی بیعت کی اور امام حسینؑ کی جانب سے بیعت لیتے تھے۔ کربلا میں وہ عمر سعد کی فوج میں آئے اور نویں شب تک وہ اسی لشکر میں تھے۔ جب شمر عمر سعد کے پاس ابن زیاد کا خط لایا۔ اور یہ یقین ہو گیا کہ جنگ ضرور ہوگی تو شب عاشورہ امام کے پاس جا کر ابوالفضل العباسؑ اور ان کے بھائیوں کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ کیونکہ وہ ام البنین مادر عباسؑ کے قبیلہ سے تھے۔ روز عاشور میدان جنگ میں گئے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔^(۴)

اب یہ علمائے سیر کون ہیں جن میں سے میں ایک سے بھی واقف نہیں ہوں۔ اسے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

(۱۰۳) طرماح بن عدی

سپہر کا شانی نے ان کا ذکر ان شہداء کی فہرست میں کیا ہے جن کا ذکر بحار وغیرہ میں نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ معلیٰ بن عدی کے بعد طرماح بن عدی میدان میں آئے۔ رجز پڑھی۔ جنگ کی اور شہید ہوئے۔^(۱)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ طرماح بن عدی اس جماعت کے دلیل راہ (راستہ بنانے والے رہنما) تھے جو عذیب البجانات میں امام کے پاس آئے تھے۔ اس کا تذکرہ میں نے پہلے کی کتابوں میں کیا ہے۔ انہوں نے امام کو اس امر کی دعوت بھی دی تھی کہ آپ اجاء اور سلمیٰ کے پہاڑوں پر چل کر قیام کیجئے۔ وہاں بیس ہزار قبیلہ طے کے سواروں کا میں ذمہ دار ہوں کہ وہ آپ کی حمایت کریں گے۔ امام نے انہیں دعائے خیر دی تھی اور اس مشورہ کے قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی تھی۔ جس کے بعد طرماح بن عدی یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ میں نے کوفہ سے کچھ غلہ اپنے اہل و عیال کے لئے خریدا ہے اسے وہاں پہنچا دوں تو پھر آؤں گا۔ اگر آپ کے پاس پہنچ گیا تو آپ کی مدد کروں گا۔ حضرت نے فرمایا تھا کہ اگر تمہیں آنا ہے تو جلدی کرنا۔ طرماح گئے۔ غلہ پہنچایا اور اپنے اہل و عیال سے وصایا کر کے روانہ ہو گئے۔ ان کا بیان ہے کہ میں بنی ثعل کے راستہ سے کوفہ کی جانب چلا جب ”عذیب البجانات“ میں پہنچا تو سماعہ بن بدر سے ملاقات ہوئی۔ جنہوں نے مجھ کو حسینؑ کی شہادت کی خبر سنائی میں اسی جگہ سے واپس ہو گیا۔^(۲)



(۱) تاریخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۷۸-۲۷۷

(۲) تاریخ طبری جلد ۶ ص ۲۳۱

(۱) مناقب، ج ۴ ص ۹۴ (۲) روضۃ الصفاء، ص ۵۸۳

(۳) تاریخ، ج ۶ ص ۲۶۵ (۴) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۸۰

حُسینی ڈسپلن

عالیجناب شیخ ممتاز حسین جوئی پوری

انگریزی زبان کے اکثر لفظوں میں سے ڈسپلن کا لفظ بھی ایسا ہے جو اپنے تمام مفہوم اور مطلب کے ظاہر کرنے کے لیے اُردو یا ہندی زبان میں کوئی قائم مقام لفظ اب تک پیدا نہ کر سکا یہی وجہ ہے کہ فوج میں، پولیس میں اور اسکول اور کالجوں میں جہاں سے اس کا تعلق ہے بے تکلف یہ انگریزی ہی لفظ اُردو میں بھی بولا جاتا ہے لیکن جب ان ادارات یا ان سے علاقہ رکھنے والوں سے الگ اس کو کہیں اُردو میں بول دیتے ہیں تو ایک بھیا نک اور اُداس منظر ادبی دنیا کے سامنے پیش ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی نہ سمجھنے والے اس طرح اسکے تلفظ اور اسکے مفہوم سے مطلع ہونے کی فکر میں عقیف معصومانہ اور قہری صورت کا خط و خال چہروں پر ابھارتے ہیں کہ بولنے والا شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہے مثلاً ایک بار کسی انگریزی، اسکول یا کالج کی کمیٹی میں اُس ادارے کی ڈسپلن خراب ہونے کا ذکر تھا اور دیر تک ڈسپلن کا مسئلہ زیر بحث رہا تو اس کمیٹی کے ایک اُردو فارسی کے ذی علم ممبر جو انگریزی سے ناواقف تھے یہ سمجھے کہ ڈسپلن کسی پروفیسر یا ماسٹر کا نام ہے اور انکے خلاف الزامات میں جب بہت دیر ہوئی اور ان کو خیال ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کی روزی جاتی رہے، استفسار فرمایا گیا کہ آخر کون بزرگوار ہیں انکی سکونت ان کی قابلیت اور سابقہ کارگزاری، مدت خدمت کو بھی بتایا جائے کچھ لوگ زیر لب مسکرائے مگر آداب جلسہ یعنی جلسے کی ڈسپلن نے اس خیال میں شوخی پیدا نہ ہونے دی اور ظاہر کیا گیا کہ یہ انگریزی زبان کا لفظ امر وہہ لکھنؤ جوئی پور یا پٹنہ وغیرہ کے کسی مرد مومن یا مدرس کا نام نہیں۔ کالج فوج اور پولیس کے محکمے میں خاص کر اور عام طور پر ہر شعبہ حیات ہر فرد واحد کے

آداب زندگی اور مقررہ اصول اور آئین کی پابندی سے اس کا تعلق ہے، پروفیسر درجے میں پڑھا رہا ہے اور کچھ لڑکے شور کرتے ہوں یا درجے سے باہر نکل جائیں یا اور اسی طرح کی حرکتیں کریں جو اُسوقت بھی انکے لیے مضر ہیں اور اسکے اثرات سے اُنکے اخلاق اور زندگی متاثر ہو جائیں تو بڑے ہونے پر غیر شعوری طور پر گفتار اور کردار سے اس طرح کی بے محل باتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں کہ نادانستہ طور پر وہ اپنے کام اور مقصد کے بگاڑنے کے آپ مرتکب ہو جاتے ہیں، اسی لیے اس صنعت یعنی ڈسپلن اور آداب اور اصول تربیت پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ پولیس اور فوج میں ڈسپلن پر اتنا زور دیا جاتا ہے کہ ہر قدم اور ہر ایک حرکت اور رفتار میں بغیر اسکے کام نہیں چلتا۔ قدم سے قدم ملا رہنا مارچ کرنے یعنی چلنے میں برابر قدم اٹھنا، اور زمین پر برابر قدم پڑنا بندوق کا ساتھ کاندھے پر رکھنا، ایک ساتھ فائر کرنا افسر کا حکم بلا قیل وقال مان کر تعیل کرنا، یہ سب باتیں ڈسپلن کے مفہوم کے چھوٹے چھوٹے اجزاء ہیں۔ مہذب اقوام کی زندگی ڈسپلن سے گھری ہوتی ہے۔ یہ اتنا وسیع موضوع ہے کہ اس پر ایک مستقل مضمون درکار ہے۔ آئیے آپ کو عرب کے ایک بے آب و گیاہ صحرا میں لے چلیں جہاں دریائے فرات پر پہرے لگے ہیں کہ جانور، گھوڑے، اونٹ سب پانی پیئیں مگر وہ چند بے گناہ، معصوم بچے، کچھ خواتین مخدرات عصمت اور تھوڑے بوڑھے اور چند جوان اور ان سب کے کمانڈر اور جنرل جو علاوہ ہزار ہا انسانی صفات اور جمع اخلاق و علوم ہونے کے نسل آدم میں اشرف ہیں، اور جنکے نانا اور باپ کا دنیا پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے عرب کو فخر دینا بنا

دیا ان کی اولاد کربلا میں پانی سے محروم رکھی جا رہی ہے۔ ایسے دستے کو جس کا شمار بہتر یا پہلے کے لوگوں کے اعداد و شمار کو ملا کر مع غلام و آقا سو سے اوپر بھی مان لیا جائے اسکے سامنے لڑنے اور جنگ و پیکار کے لیے کربلا کے بن میں اتنی بڑی فوج انسانیت کے تمام اصول کو صفحہ ہستی سے مٹانے والے دنیاوی بادشاہ یزید نے یکجا کر دیا ہو کہ بصرہ اور کوفہ اور شام کی آبادی امنڈ آئی اور یہ بہتر نفوس محض اسلام ایسے انسانیت پروردین کے اچھے اصول بچانے کے لیے میدان میں سر بکف نظر آتے ہیں ان کی زندگی اور ان کی زندگی کی ڈسپلن اور آداب کا منظر اس عالم اضطراب اور پریشانی میں بھی سبق آموز ہے اور اس قوم کے لڑکے، جوان اور بوڑھے اور اس قوم کے کالج، اسکول، مدارس کے طلباء اگر ان سے ڈسپلن کا سبق نہ لیں تو سوا اپنی بد قسمتی کے اور کیا کہا جائے؟ کربلا کے جان نثار اور ڈسپلن کے پرستار امام حسین علیہ السلام پر قربان ہو کر قافلہ در قافلہ کارواں در کارواں جنت کو سدھارے اور حسین ڈسپلن اور اسلامی ڈسپلن کا جو نقش صفحہ تاریخ پر چھوڑ گئے وہ یادگار ہے۔ حسینؑ ایک دن میں حسین نہیں بنے تھے۔ حسین ڈسپلن ایک دن کی ڈسپلن کا سبق نہ تھا۔ فاطمہؑ علیؑ اور رسولؐ تین معلم اخلاق نے بچپن سے جس طرح تعلیم سے اور جس طرح کی ڈسپلن سے حسینؑ کو آراستہ کیا تھا اس کا جو ہر جھلکتے ہوئے بن اور بھوک پیاس کی اذیت اور اعزاز اور جان نثاروں کے غم میں ظاہر ہوا اور بقول انگریزی مورخ ہر طرح کے مظالم اور سختیوں اور دشمنوں میں گھر جانے پر بھی اس حسین ڈسپلن میں ذرہ برابر فرق نہ آیا جس کا ثبوت حسینؑ نے بدرجہ اتم اور انکے ہر ساتھی اور ہمراہی نے یہاں تک کہ حضرت عباسؑ کے اسپ وفادار تک نے فرات کے پانی میں اتر کر اور پیاس نہ بجھانے کے ذریعہ سے دیا۔ اس کو وفاداری عزم کی استواری یا استقلال کی پامردی جن لفظوں سے تعبیر کیا جائے مگر یہ ڈسپلن کی زبردست

تمثیل ہے جس کا ثبوت عربی النسل گھوڑے نے دیا۔ جس ماحول میں وہ گھوڑا پلا تھا اسکی فطرت پر یہ اثر ماحول کا ہوا کہ وہ اُسی ڈسپلن کا خوگر ہو گیا جو مقتضائے وقت تھی۔ کتنے موقع آغاز سفر کر بلا سے شہادت کی منزل تک پیش آئے، جب حضرت عباسؑ ایسے بہادر اور غیض و غضب اور بہادری اور غیرت داری کے سپہر کو حسینی ڈسپلن کے قیام کے لیے اپنے جذبات کو دبانا پڑا اور غصے میں اپنی بوٹیاں اپنے دانت سے نوچ کر رہ گئے ہوئے مگر واہ رے ڈسپلن، اور کیسی اعلیٰ پیمانے پر رسولؐ کے گھرانے کی تعلیم اور کیسی نادر نمونے کی ڈسپلن تھی کہ اس کا قیام اعتدال اور حکم امامؑ کی عظمت اور مصلحت کے لیے ضروری سمجھا۔ شاید کسی فوج میں ایسی ڈسپلن کے نمونے نہ مل سکیں کہ جس طرح کے نمونے کربلا میں ملتے ہیں۔

ایران کے دشت میں اب تک وہ تصویریں ملتی ہیں جن میں بادشاہ کے سامنے مجرم بندھے ہوئے ہاتھ میں پیش ہوئے ہیں۔ مجرم کی ڈسپلن کو حضرت خرنے قائم کی، جب فوج یزید کی سپہ سالاری پر لات مار کر امام حسینؑ کے سامنے بندھے ہوئے ہاتھوں سمیت عفو تقصیر کے لیے کربلا کے کھلے ہوئے صحرا میں حاضر ہوئے ہیں۔ یہ ڈسپلن کا معمولی منظر نہ تھا۔ اتنی بڑی فوج کا سپہ سالار ہے۔ گھر میں نہیں میدان جنگ میں اتنی بڑی فوج کے سامنے ہاتھ بندھے آنا اور یوں روایتی ڈسپلن کا اظہار حسینؑ کے جان نثاروں کی ایک پر دوسرے کو شہادت میں سبقت کی تمنا تھی اور یہ ایسا جذبہ تھا کہ ہر ایک کو بے قابو کیے ہوئے تھا مگر کیا اتنے جاں بازوں میں ایک مثال بھی کوئی کربلا کی تاریخ سے پیش کر سکتا ہے جہاں ڈسپلن کے اصول شکستہ ہوئے ہوں؟ میمنہ اور میسرہ کا قیام، خندق کا کھودنا، خیموں کا پہرہ، زبیر بن قین اور دیگر اصحاب حسینی کا تیر پر تیر کھانا، اور نماز کے لیے امامؑ کو بچانے کے لیے ایک خاص ڈسپلن کے تحت میں کام کرنا سب اپنی جگہ ایسے واقعات ہیں کہ اس طرح کی

ڈسپلن کے برقرار رکھنے کی مثال شاید دنیاوی کسی فوج اور کسی پولیس کے دستے میں ندل سکے گی۔ ابھی حال میں پتہ لگا ہے کہ ہلال ابن نافع ایک بزرگ تھے جو کربلا میں شہید ہوئے اور ان کے بچپن کا زمانہ رسولؐ کے گھرانے میں اور اُسی خانوادے کے فیوض اور سرپرستی میں گزرا ہے اور وہ اس اسلامی ڈسپلن کو جسکو کربلا کی اصطلاح میں حسینؑ ڈسپلن کہا جا سکتا ہے جانتے تھے اور عجب نہیں کہ انکا انتخاب کربلا کے سپاہیوں کے مختصر دستے میں اسی لیے کیا گیا ہو کہ انکو حسینؑ ڈسپلن کی تعلیم حاصل ہے اور انکا قدم اس جنت کو مارچ اور کوچ کرنے والے قافلے میں برابر بریڈتا جائے گا، اور ایسا ہی ہوا۔

ہوتا تو تاریخ کربلا بدنام اور دادا رہ جواتی۔
یہ چیز جس کا نام ڈسپلن ہے یہ گلاب کی کلمی کی طرح پکھڑی
اور خوشہ در خوشہ رفتہ رفتہ پایہ تکمیل کو پہنچ کر آخر میں ایک پھول
بنتی ہے۔ اسی لیے طلباء کو بچپن سے اس کا خوگر کیا جاتا ہے اور
کربلا میں حسین کا رنامے اور ڈسپلن نے سکھایا کہ یہ بچپن کا
ریاض تھا جو ہر سپاہی کی ڈسپلن میں اس طرح جلوہ گر تھا۔



(183)

یا ہریمت سپہ ظلم کو میں دے کے مروں
یا جہاں میں علی اکبر کی بلا لے کے مروں
تمام شد از خط ناقص سید فرزند حسین عرف اچھن
ذا خربوقت ساعت چہار و تاریخ ہست و چہارم
ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ بقلم خود

Mohd. Alim

عورت اسلام کی روشنی میں

اسد العلماء مولانا سید اسد علی صاحب قبلہ الہ آبادی

عرب اور عربیانی

اس معاملے میں عرب کا حال آجکل کی مہذب قوموں سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھا ان کا دور جاہلیت آج کل مہذب قوموں سے ملتا جلتا تھا وہ ایک دوسرے کے سامنے بے تکلف برہنہ ہو جاتے اور برہنہ آ جاتے تھے نہانے کے وقت، پیشاب پانچنے کی ضرورتوں کے مواقع پر دوسروں کا لحاظ کرنا، ان کے نزدیک غیر ضروری تکلف تھا خیر یہ تو انسانی معمولات تھے عبادت میں ان کی حالت یہ تھی کہ کعبہ کا طواف بالکل برہنہ ہو کر کیا جاتا تھا اور یہ نہ تھا کہ اس کو کوئی برا طریقہ سمجھا جائے بلکہ اس میں ثواب سمجھا جاتا تھا اور مردوں ہی پر اکتفا نہ تھی بلکہ عورتوں کا بھی یہ حال تھا کہ بوقت طواف برہنہ ہو جاتی تھیں۔

عورتوں کا لباس ایسا تھا کہ جس میں سینے کا کچھ حصہ کھلا رہتا تھا اور بازو، کمر پنڈلیوں کے بھی کچھ حصے کھل جایا کرتے تھے یہ عربوں کی عربیانی کا حال تھا۔ اسلام آیا اس نے معاشرت کے طریقے سکھائے، عربیانی کا خاتمہ کیا ننگے رہنے کو ننگ قرار دیا۔ سورہ برأت کی دس آیتیں جب بعد میں بحکم خدا امیر المومنین علیہ السلام لیکر گئے ہیں تو جناب رسالت نے فرمایا کہ چار پیغاموں کو انہیں خوب سنا دینا ان میں سے پہلا پیغام یہی تھا کہ آئندہ کوئی برہنہ خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے گا جس سے پتہ چلا کہ یہ رسم ناشائستہ عربوں میں جاری تھی جس کی اسلام نے بیخ کنی کی۔ کیا جدید معاشرت کی بدولت یورپ، امریکہ اور دیگر مغرب زدہ ممالک میں وہی کچھ نہیں ہو رہا ہے جو کچھ دور جاہلیت میں ہوتا تھا قرآن نے ہم کو اس طرح کی تمام غلط کاریوں سے روکا اس نے بتایا کہ لباس میں سب سے بڑی حکمت ستر پوشی ہے

اور اس کے بعد سرد گرم سے بچانا اور پھر زینت۔ افسوس ہے کہ اب عرب جدید معاشرت سے متاثر ہو کر پھر دور جہالت کی طرف واپس ہو رہے ہیں اور مردوں عورتوں میں برہنگی پیدا ہو گئی ہے پردہ کا رواج کم ہوتا جا رہا ہے۔

حدود پردہ

پردہ مرد و عورت دونوں پر اپنے حدود کے اندر لازم ہے مرد کے لئے ناف سے لیکر گھٹنے تک ستر ضروری ہے کہ کسی مرد عورت کی نظر نہ پڑے بلکہ اس لڑکی اور لڑکے سے بھی جو سمجھ دار ہو گیا ہو اگر چہ حد بلوغ تک نہ پہنچا ہو۔ بیوی اور وہ کنیز جو دوسرے کے تصرف میں بصورت عقد یا بصورت تحلیل نہ ہو اس پردے سے مستثنیٰ ہیں اور وہ کنیز جو دوسرے کے عقد میں آچکی ہو یا مالک نے کسی کے لئے اس کو مباح کر دیا ہو وہ مثل غیر عورت کے ہے اور اس سے ستر واجب ہے۔ اسی قدر پردہ نماز وغیر نماز دونوں حالتوں میں مرد کے لئے ہے۔

عورت کے لئے سارے بدن کا چھپانا لازم ہے کہ نامحرم کی نظر نہ پڑے ہاں میاں بیوی اور کنیز و آقا کا معاملہ اور ہے ان میں سے کسی ایک پر دوسرے سے پردہ واجب نہیں جو اپنے محارم ہیں ان سے ناف سے گھٹنے تک عورت پر ستر لازم ہے۔ نماز کی حالت میں عورت قدم چہرہ اور گٹے کے نیچے ہاتھ کو نہ چھپائے گی اور باقی سب چھپانا واجب ہے۔ بعض مقامات پر دیکھا جاتا ہے کہ عورتیں ناپینا مردوں سے پردہ نہیں کرتیں حالانکہ ایسا نہ ہونا چاہئے۔ ایک بار ابن ام مکتوم مرشد اعظم نبی اکرم کی خدمت بابرکت میں تشریف لائے آپ کی بارگاہ میں اس وقت آپ کی دونوں پیماں عائشہ اور حفصہ موجود تھیں فوراً حکم ہوا کہ اندر چلی

جاؤ دونوں نے عرض کی حضور یہ تو نابینا ہیں آپ نے فرمایا کہ تم تو نابینا نہیں ہو لہذا تمہاری نظر نامحرم پر پڑیگی اور یہ درست نہیں۔ ابھی عرض کیا گیا کہ عورت پر اپنے محارم سے پردہ نہیں ہے مگر یاد رہے کہ بغرض لذت و لطف اندوزی محارم کے جسم کے کسی حصہ پر بھی نظر نہیں جاسکتی نہ جسم کو مس کیا جاسکتا ہے اور مرد و عورت دونوں اس حکم میں یکساں ہیں۔

ستر کے احکام اس وقت سے عائد ہوتے ہیں جب عورت سن رشد و تمیز کو پہنچ جائے اور اس وقت تک نافذ رہتے ہیں جب تک ان میں صنفی کشش باقی رہے اور اس عمر کے بعد ان قوانین میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ جناب باری عز اسمہ سورہ نور میں ارشاد فرماتا ہے کہ (وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَزْنُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ) (سورہ نو آیت ۶۰) وہ بڑی بوڑھی عورتیں جو بڑھاپے کی وجہ سے نکاح کی خواہش نہیں رکھتیں اگر اپنے کپڑے دوپٹہ وغیرہ اتار کر کھلے سر بیٹھی رہیں تو کوئی حرج نہیں اور نہ کوئی گناہ ہے مگر اس میں بھی شرط یہ ہے کہ ان کو اپنے زیب و زینت کا مظاہرہ کرنا مقصود نہ ہو لیکن پھر بھی کہہ دیا گیا کہ اگر اس سے بھی پرہیز کریں تو اور اچھا ہے۔

اس آیت میں نکاح کی امید باقی رہنے سے ایسی عمر مراد ہے جس میں صنفی خواہشات فنا ہو جاتی ہیں لہذا اگر ان خواہشات کی طرف ذرا بھی توجہ باقی ہے تو پھر یہ مراعات نہیں ہے۔ گویا قانونی آسانی ان عورتوں کے واسطے ہے جو سن رسیدگی کی وجہ سے سرو بدن کے خیال سے مستغنی ہو چکی ہوں اور جن کا وجود گھر میں تبرکاً ہو پھر بھی یہ کمال احتیاط ہے کہ یہ شرط لگا دی کہ ان کو اپنی آرائش کی نمائش مقصود نہ ہو۔

اس سن و سال کی عورتیں جسم کے جن حصوں کو نہ چھپانے کی عادی ہوتی ہیں جیسے سرو ہاتھ وغیرہ کے کچھ حصے بس اسی قدر کھولنے کی اجازت بھی ہے اس کے ماسوا حکم حجاب نافذ ہے۔

اس قانون کی تائید سابق الذکر آیت سے بھی ہوتی ہے جہاں یہ کہا گیا ہے کہ عورتیں ان تابعین کے سامنے اپنی زینت کو ظاہر کر سکتی ہیں جو فاقد العقل اور فاقد الادراک ہیں اور کھانے پینے کی ضرورت پورا کرنے کے سوا اور باتوں سے کچھ سروکار نہیں رکھتے اور ان لڑکوں کے سامنے اپنی آرائش کو ظاہر کر سکتی ہیں جو کمسن ہونے کی وجہ سے عورتوں کے پردے کی باتیں نہیں سمجھتے۔ بس فرق اتنا ہے کہ سابق الذکر آیت میں بتایا گیا کہ اہل حق ناکارے مردوں اور کمسن بچوں سے جوان عورتوں کے لئے پردے کے حکم میں تخفیف کی گئی ہے اور اس آیت میں معاملہ برعکس ہے یعنی بڑھی عورتوں کے لئے قانون پردہ میں سہولت برتی گئی ہے۔

لیکن اگر بڑھی عورتیں جوان مردوں سے اور جوان عورتیں بڑھے مردوں اور کمسن بچوں سے بلکہ بڑھی عورتیں بڑھے مردوں سے پردہ کرنے میں قانون اسلام کی دی ہوئی سہولت کو بروئے کار نہ لاویں اور پردے کی پابندی کریں تو کیا کہنا جیسا کہ قرآن نے کہا کہ بڑھی عورتوں کو سہولت دی جاتی ہے مگر (وَ اِنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ) پھر بھی تعفف اور تجب ان کے لئے خوب ہے اسی احتیاط کی بنا پر ایک مرتبہ زوجہ رسول عائشہ اپنے بھتیجے عبداللہ بن طفیل کے سامنے زینت کے ساتھ آئیں تو حضور نے اس کو ناپسند کیا وہ کہنے لگیں کہ حضور یہ میرا بھتیجا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کو اپنا جسم چھپانا چاہئے۔ سوائے وجہ و کفین کے۔ یہ احتیاط پردے کے معاملے میں رسول کی منظورتھی حالانکہ جنس قرآن بھتیجے کے سامنے اظہار زینت کی اجازت ہے۔ اسی طرح ایک بار اسماء بنت ابوبکر جو آنحضرت کی سالی تھیں باریک کپڑے پہن کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اس حال میں کہ جسم اندر سے جھلک رہا تھا حضور نے فوراً نظر پھیر لی اور فرمایا عورت بلوغ کے بعد وجہ و کفین کے سوا سب کچھ مستور رکھے گی۔ ایسا برہنگی کا لباس شریعت نے پسند نہیں کیا جو نہ ساتر ہو نہ خرد و برد سے بچائے صرف آرائش کی غرض

کو پورا کرتا ہو۔ ارشاد حضرت ختمی مرتبت ہے کہ (لعن اللہ الکاسیات العاریات) خدا کی لعنت ان عورتوں پر جو لباس پہن کر بھی برہنہ رہیں۔

پردے کے حدود میں سے ایک حد یہ بھی قائم کی گئی کہ غیروں کا تو ذکر ہی کیا ہے گھر کے رہنے والوں پر بھی یہ پابندی عائد کی گئی کہ بغیر اطلاع و اجازت گھر میں نہ چلے آیا کریں اس کا سبب یہ ہے کہ بعض اوقات کچھ ایسے خاص حالات میں بے تکلف عورتیں گھر میں رہتی ہیں اس وقت وہ اپنے بھائی اور بیٹے کا سامنا بھی پسند نہیں کرتیں اور اگر وہ پسند بھی کریں تو اسلامی حیا، اس کا تحمل نہیں کرتی چنانچہ سورہ نور میں ارشاد جناب احدیت ہوتا ہے کہ (لَا ذَابِلُغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمْ الْحُلْمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ) (سورہ نور آیت ۵۹) جب تمہارے گھرانے کے بچے سن بلوغ کو پہنچ جائیں تو وہ گھر میں اجازت لے کر داخل ہوا کریں جیسے ان کے بزرگوں کا طریقہ تھا کہ اجازت لے کر داخل ہوتے تھے۔

اسی طرح اہل عرب کا دستور تھا گھروں میں دروازہ داخل ہو جایا کرتے تھے نہ اجازت لیتے تھے نہ آواز دیتے تھے نہ پہلے صاحب سلامت کرتے تھے اسلام نے ان پر اور تمام انسانوں پر یہ پابندی عائد کی کہ بغیر اجازت و سلام و کلام اندر نہ جائیں چنانچہ سورہ نور میں ارشاد ہوتا ہے کہ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتَسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ) (سورہ نور آیت ۲۷)

اے اہل ایمان دوسروں کے گھروں میں بغیر اجازت اور اس گھر کے رہنے والوں سے بغیر سلام و کلام کئے ہوئے اندر نہ داخل ہو جاؤ اسی میں تمہاری بہبودی ہے اور یہ نصیحت تمہارے یاد رکھنے کی ہے جب اسلام نے گھر کے بچوں کو بعد بلوغ بدون اذن اندر آنے کی اجازت نہ دی تو پھر غیر مردوں کے لئے اس کی حمیت کب روا رکھ سکتی ہے کہ بغیر اجازت لئے داخل ہو جائیں۔

اس کے بعد یہ حکم دیا جاتا ہے کہ اگر طلب اذن وغیرہ سے معلوم ہو کہ اس مکان میں کوئی نہیں ہے تب بھی نہ داخل ہو جب تک کہ اذن نہ مل جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے جواب نہ آتا ہو۔ اس کے بعد حکم ہوتا ہے کہ اگر تم سے کہا جائے کہ واپس جاؤ تو بے تامل واپس چلے جاؤ یہی تمہارے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ (فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَى لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ) (سورہ نور آیت ۲۸)

اس کے بعد یہ قانون بتایا جاتا ہے کہ ان مکانوں میں جو غیر مسکونہ ہوں اور اس میں کچھ تمہارا مال ہو تو تم بے اجازت جاسکتے ہو چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَكُمْ)۔ (سورہ نور آیت ۲۹) یہ ہیں اسلام کے زیریں اصول اور یہ ہیں اسلام کے اصلاحی اور پر امن قوانین جن کو بروئے کار لانے کے بعد ذرا بھی فساد اور نقص امن کا اندیشہ نہیں ہو سکتا۔

غلاموں سے پردے کا قانون

ایک رسم اور بھی اکثر مقامات پر بہت سے گھروں میں رائج پائی جاتی ہے کہ غلاموں سے پردہ نہیں کیا جاتا نہ ان کے گھر کے اندر آنے جانے میں کوئی روک ٹوک ہوتی خدمتی لوگ برابر آیا جایا کرتے ہیں اسی طرح وہ نابالغ لڑکے جو صاحب شعور و تمیز ہو چکے ہیں اور جدید معاشرت نے ان کو پردے کی باتوں سے آگاہ کر دیا ہے اور سب کچھ سمجھنے لگے ہیں بلکہ کچھ عامل بھی ہو چکے ہیں برابر گھروں میں آتے جاتے دیکھے جاتے ہیں اور کوئی ان پر پابندی عائد نہیں کرتا۔

لیکن اسلامی غیرت اس کا تحمل نہیں کرتی اور اس آزادی پر پابندی عائد کرتی ہے چنانچہ سورہ نور میں اس مطلق العنانی کے خلاف قانون نافذ کیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيْسَتْ ذُنُوبُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ

ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهْرِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوَّافُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ (سورہ نور آیت ۵۸) کہ اے اہل ایمان تمہارے غلام اور لڑکے جو ابھی حد بلوغ تک نہیں پہنچے ان پر یہ پابندی عائد کی جاتی ہے کہ دن رات میں تین موقعوں پر تمہارے پاس آنے کی اجازت لے لیا کریں بغیر اس کے نہ چلے آیا کریں ایک تو نماز صبح سے قبل دوسرے دوپہر کے وقت جب تم سونے اور آرام کرنے کے لئے گرمی سے اپنے کپڑے اتار ڈالتے ہو۔ تیسرے نماز عشاء کے بعد یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں ہاں ان اوقات کے ماسوا بے اذن آنے میں نہ تم پر کوئی الزام ہے نہ ان پر کیوں کہ ان اوقات کے علاوہ لوگ ایک دوسرے کے پاس بضرورت یا بے ضرورت چکر لگایا کرتے ہیں اور آتے جاتے رہتے ہیں لیکن یہ خیال رہے کہ پردے کے حدود باقی رہیں کیونکہ غلاموں اور نوکروں کے سامنے کسی وقت بھی ہونے کی اجازت نہیں جب تک کہ ضرورت اور وجہ معقول نہ ہو۔

عریانی اور فواحش کے انسداد کی تدبیریں

اکثر ایسی ضرورت پیش آتی ہے کہ گھر کے اندر سے کوئی چیز مانگنی پڑتی ہے تو اجنبی مردوں کے لئے یہ طریقہ مستحسن نہیں کہ گھر میں داخل ہو جائیں بلکہ باہر پردے کی اوٹ سے مانگ لیا کریں چنانچہ سورہ احزاب میں خلاق موجودات نے اس امر کے متعلق یہ قانون بیان کیا (وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ) (سورہ احزاب آیت ۵۳)

کہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی صفائی کی صورت یہی ہے کہ پردے کی آڑ سے مانگ لیا کرو اگر کچھ مانگنا ہو۔

قانون بیان کیا اور اس کے نفاذ کی علت بھی بیان کر دی کہ یہ قانون تزکیہ نفس کی غرض کو پورا کرنے کے لئے نافذ کیا گیا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جذبہ عصیان ہی چیز وجود میں نہ آنے پائے داعیہ فساد ہی پیدا نہ ہوتا کہ عالم انسانیت شر و فساد عریانی و فواحش سے آشنا نہ ہونے پائے۔ کیا ہے کوئی دستور جس نے انسانیت کے تحفظ کے لئے اتنا کچھ کیا ہو جتنا اسلام کے دستور اساسی نے کیا اور انسانیت کو اتنا بلند کر کے پیش کیا جتنا رہبران اسلام نے بلند کر دکھایا۔ مردوں کو عورتوں کے ساتھ تنہائی میں رہنے کی ممانعت اگرچہ باہم قریب ترین عزیز داری ہو اور اسی طرح ایک دوسرے کے جسم کے حصوں کو لمس کرنے کی روک تھام اس مقصد کے ماتحت ہے کہ قلوب خیال معصیت سے آلودہ نہ ہونے پائیں اور جذبات نافرمانی ابھرنے نہ پائیں۔

جناب عائشہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم عورتوں سے صرف زبانی اقرار بیعت لیا کرتے تھے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لیتے تھے۔

آپ بیان کرتی ہیں کہ حضور نے کبھی کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو لمس نہیں کیا جو آپ کے نکاح میں نہ ہو۔

ایک مرتبہ ایک عورت نے یہ درخواست کی کہ مجھ کو بیعت سے سرفراز کیجئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ان کے لئے صرف زبانی اقرار کافی ہے۔

مفید اور قابل عمل اصول کی تلقین تو بہتیرے کیا کئے ہیں لیکن عملی حیثیت سے بلند ترین اصول کم لوگوں نے پیش کئے ہیں۔

عورت کی عملی زندگی اور پردہ

عورت کے لئے اسلام نے ساری عملی زندگی میں ان اصولوں کو مد نظر رکھا ہے کہ کلیات کچھ ہوں اور عمل درآمد کے لئے جزئیات کچھ اور ہوں۔ اگر آپ اس کے دائرہ عمل کا جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ اس کو تمام ایسے فرائض سے سبکدوش کیا گیا ہے جو اس کے بیرون خانہ جانے کے متقاضی ہیں۔ اس پر نماز بہر حال فرض ہے لیکن جمعہ و جماعت کی حاضری سے وہ سبکدوش ہے اس کا گھر اس کے لئے مسجد قرار دیا گیا ہے گھر میں نماز پڑھے اور مسجد کا ثواب پائے۔ جہاد اس پر فرض نہیں۔ جنازوں کی

مشایعت ضروری نہیں۔ اس کو بغیر محرم کے یا شوہر کے سفر کرنا مناسب نہیں۔ ہاں اگر تنگدستی، بیماری، معذوری کے سبب سے عورت مجبور ہو جائے تو قانون میں گنجائش رکھی گئی ہے ارشاد باری ہے۔ (قد اذن اللہ لکن ان تخرجن لحواء ککن) خدا کی طرف سے تم کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ تم اپنی ضرورتوں کے لئے نکلو لیکن اگر کوئی معذوری مجبوری نہ ہو تو پھر یہ حکم ہے کہ (قَرْنَ فِی بُیُوتِکُنَّ) اپنے گھروں میں قرار لئے رہو اس حکم کی پابندی بعض ازواج نبی نے نہایت سختی سے کی جناب سودہ کے بارے میں ہے کہ کچھ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ زوجہ رسول آپ حج و عمرہ کیوں نہیں بجالاتیں آپ نے فرمایا کہ یہ فرائض ایک بار واجب ہیں وہ میں کر چکی اب میرا حج یہی ہے کہ اپنے گھر سے نہ نکلوں اور جس حجرے میں رسول خدا مجھ کو بٹھائے ہیں بیٹھی رہوں چنانچہ ایسا ہی عمل سے ثابت کر دکھایا۔ عمر بھر باہر نہ نکلیں، ہاں مرنے کے بعد ان کی لاش نکلی۔ یہ قانون کچھ ایسا ہی سخت تھا کہ جو اس کی پابند نہ رہیں بعد میں کف افسوس ملتی رہیں اور اس قانون کو کتاب الہی میں پڑھ پڑھ کر رو لیا کیں۔ مگر اب کیا ہوتا ہے جب تیر رہا ہو گیا اور وقت ہاتھ سے نکل گیا۔

پردے کے متعلق احتیاطی احکام

یہ عرض کیا گیا کہ معقول وجہ کے تحت عورت گھر سے باہر جا کر اپنی ضرورتوں کو پورا کر سکتی ہے لیکن راہ چلنے میں بھی اس کو یہ ہدایت کی گئی کہ کنارہ کی طرف سے چلے وسط طریق پر نہ چلے اس کے بعد اس کو اپنے بعض ہم صنفوں سے بھی پردہ کرنے کا حکم دیا گیا چنانچہ زنان یہودیہ و نصرانیہ کے سامنے ہونے سے روکا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ وہ سب دیکھنے کے بعد جا کر اپنے مردوں سے بیان کرتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے محاسن اور پردے کی باتوں کو مستور رکھنا مقصود قدرت ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ لڑکا گھر میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ مستورات کے محاسن اور پوشیدہ باتوں کو خوب بیان کر سکتا ہے تو پھر وہ داخل نہیں

ہو سکتا ہاں اگر ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتا اور خیال میں نہیں رکھ سکتا تو جا سکتا ہے۔ مجنونوں اور پاگلوں کے سامنے ہونا جائز ہے جن میں نہ صنفی میلان ہو نہ عورتوں کی پوشیدہ باتوں پر اطلاع رکھتے ہوں نہ ان کے معاملات کو سمجھتے ہوں اور ان عورتوں کے سامنے ہو سکتے ہیں جو پردہ نہیں کرتیں جیسے دیہاتی عورتیں، پاگل عورتیں، حبشی عورتیں جو خود پردہ نہیں کرتیں یا کفار کی عورتیں جو باہر گھومتی پھرتی ہیں اور جدید شاہراہ پر پورے طور سے گامزن ہیں جیسے اہل ہنود، یہود، نصاریٰ وغیرہ۔ پیچڑوں، خواجہ سراؤں اور ان کے امثال کے سامنے ہونا جائز نہیں ہے ان سے پردہ نہ کرنے کی رسم لغو و باطل ہے۔ اجنبی عورتوں کو شرکت طعام کی دعوت دینا یا ان پر ابتدا بہ سلام مناسب نہیں حالانکہ یہ مراسم آداب ایمان و اسلام میں سے ہیں اور ان کی طرف دین مبین میں ترغیب دلائی گئی ہے لیکن جن سے پردہ واجب ہے اور جو شرعاً نامحرم ہیں ان سے ان رسوم کا نہ بجالانا عین ادب ہے۔ ہاں وہ عورتیں جن پر عزت و احترام کے سوا دوسری نظر پڑ ہی نہیں سکتی وہ البتہ مستثنیٰ ہیں۔ اجنبی مرد یا عورت کے جدا کئے ہوئے عضو پر بھی صنف مقابل نظر نہیں کر سکتا جیسے ہاتھ، ناک، زبان وغیرہ ہاں وہ اعضا جو برابر علحدہ ہوا کرتے ہیں ان پر نظر کی جاسکتی ہے جیسے دانت، ناخن، بال وغیرہ اسلامی غیرت اس کو گوارا نہیں کرتی کہ کوئی شخص لڑکی کو جو کہ چھ سال کی ہو چکی ہو گود میں لے، لپٹائے، بوسہ لے، اور نہ اس کو گوارا کرتی کہ کوئی بالغ لڑکی یا عورت سات سال سے اوپر کے اجنبی لڑکے کو بوسہ دے۔ پیار کرے، گود میں لے، لپٹائے۔ اجنبی لڑکی اور لڑکے سے ہر مقام پر وہ لڑکی لڑکا مرد و عورت مراد ہیں جن میں باہم نکاح ہو سکتا ہے اور محرم نہیں ہیں۔ اگرچہ عرف عام میں بھائی، بھتیجے، بھانجے، چچا، ماموں یا بہن، پھوپھی، خالہ یا بھانجی، بھتیجی کہہ لئے جاتے ہوں۔

اسلام نے جذبات عصیان کے دبانے کا اس قدر سامان کیا ہے کہ یہ حکم ہے کہ جہاں عورت بیٹھی رہی ہو وہاں جب تک کہ وہ جگہ ٹھنڈی نہ ہو جائے مت بیٹھو۔

پردے کی قانون شکنی مزید خلوص و محبت کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے اور اس نافرمانی کو دلیل اخلاص قرار دیدیا جاتا ہے اگر قوانین پردہ پر عمل درآمد کیا گیا تو اس کو دلیل غیرت و اجنبیت سمجھ لیا جاتا ہے۔ کبھی اس قانون کو عوض و معاوضہ کے ماتحت توڑا جاتا ہے یعنی وہ صاحب اپنے متعلقات کو سامنے کرتے ہیں اس لئے ہم بھی سامنے کرتے ہیں۔

کبھی رؤسا کا تقرب حاصل کرنے اور ان کے خوان کرم سے بہرہ ور ہونے کے لئے اس قانون الٹی کو شکست کیا جاتا ہے بہر حال بہت سے اغراض باطلہ اور خیالات فاسدہ ہیں جن کے ماتحت اس قانون کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

مستثنیات پردہ

ضرورت اور معقول وجہ کے تحت عورت کو اپنے جسم کے بعض حصوں کو کھولنے کی اجازت دیدی گئی ہے۔ خرید و فروخت اور اسی طرح کی دیگر ضروریات کے لئے چہرے اور ہاتھ کو صرف بقدر ضرورت منکشف کر سکتی ہے بعض اوقات خرید و فروخت کے لئے چہرہ کھولنا پڑتا ہے اور لین دین کے لئے کف دست نکالنا پڑتا ہے۔

اگر کسی عورت سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کے محاسن کو اس غرض کے ماتحت دیکھ سکتا ہے کہ اس کی حالت معلوم ہو جائے اور نقائص و کمالات سے واقفیت ہو جائے بشرطیکہ پہلے سے اس کی حالت کا علم نہ ہو اور یہ خیال ہوتا ہو کہ اس پر نظر انتخاب پڑ جائے گی اور جس کے انتخاب میں آنے کا احتمال ہی نہ ہو اس کے محاسن پر نظر ڈالی جاسکتی۔ یہ بھی معلوم ہو کہ نظر امتحان و اختبار ہو نہ نظر تلذذ و لطف اندوزی اور یہ بھی خیال رہے کہ نکاح مطلق کا ارادہ ناکافی ہے خاص اس سے نکاح کا ارادہ ہو تب یہ اختیار حاصل ہے۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اگر کسی عورت کے وسیلے سے یہ کام لیا جاسکتا ہو تو خود اس کو اس کام میں ہاتھ ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے وہی ان اطلاعات کو اس کے لئے فراہم کرے گی ہاں کوئی مرد البتہ اس خدمت کو وکیل یا ولی بکرا انجام نہیں دے سکتا

اگر باپ اپنی زوجہ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے تو صاحب تمیز لڑکے کو بغیر اذن جانے کی اجازت نہیں ہاں باپ کو بیٹے کے پاس جانے میں اگر ایسا موقع ہو تو طلب اذن کی ضرورت نہیں۔ اور یہ اس لئے کہ اول تو یہاں جذبہ میلان کے پیدا ہونے یا ابھرنے کی امید کم ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ بیٹے کے مقابلہ میں اس کی بزرگانہ شان محفوظ ہے۔

اسلام کا ایک احتیاطی قانون یہ بھی ہے کہ لڑکے جب دس سال کے ہو جائیں تو ایک ساتھ نہ لیٹیں علحدہ سوئیں اور ایک روایت میں ہے کہ چھ سال کے بعد یہ قانون نافذ ہو جاتا ہے۔

مردوں پر نظر حرام ہے عورتوں کی طرف اور عورتوں پر اپنے کو چھپانا واجب ہے اسی طرح عورتوں کے لئے مردوں کی طرف دیکھنا حرام ہے مگر مردوں پر چھپنا واجب نہیں، ہاں اگر معلوم ہو جائے کہ عورتیں بقصد و ارادہ دیکھ رہی ہیں اس وقت ان پر بھی پردہ کرنا واجب ہوگا۔ کیونکہ گناہ پر مدد کرنا حرام ہے لہذا مردوں پر ایسی صورت میں پردہ کرنا واجب ہو جائے گا۔

حدود پردہ

پردہ صرف اتنا لازم ہے کہ جسم مستور ہو جائے اور نظر نہ آسکے۔ اعضاء کے قرائن اور جسم کے طول و عرض کا پردہ واجب نہیں۔ اگر کسی عورت نے اوڑھنی سے اپنے ہاتھ منہ کو اور پائجامہ سے اپنے پیر کو چھپا لیا ہے تو اس کا پردہ مکمل ہو گیا اس کو بھاگ کر کوٹھری میں جا چھپنے کی ضرورت نہیں۔

اگر اس نے چادر اوڑھ لی ہے یا لحاف میں ہے تو اس کو اور مزید اہتمام کرنا لازم نہیں اپنے فرض سے وہ سبکدوش ہے لوگوں نے ایک طرف تو یہ کیا کہ عورت کے آمد و شد کے لئے راستے بند کرائے حالانکہ برف موجود ہے۔ جو ہر مقام پر نہ نہ سکا۔ اور ایک طرف یہ کیا کہ دیور، بہنوئی، چچا زاد، ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد، بھائیوں کا سامنا کیا۔ بھابھوں، سالیوں اور نہ جانے کس کو کس کو محرم قرار دیدیا۔ پردے کے معاملہ میں مرد و عورت دونوں کی طرف سے اس قسم کی بے اعتدالیاں برتی گئیں۔

بہت سے مواقع ایسے درپیش ہو جاتے ہیں جہاں یہ قانون شکست ہو جاتا ہے مثلاً ڈوبتے ہوئے کو بچانا یا جلتے ہوئے کو نکالنا ہے کہ نہ مصیبت زدہ کے ہم صنف کو بلانے کا موقع ہے نہ بغیر نظر و لمس کے جان بچائی جاسکتی ہے اب مرد عورت دونوں اپنے مقابل کو بچانے میں قیود پردہ سے آزاد ہیں کیونکہ حفظ نفس حفظ پردہ سے مقدم ہے۔

علاج و معالجہ کے مواقع پر پردہ کی قیود برطرف ہو جاتی ہیں بشرطیکہ ہم صنف نہ ملتا ہو ورنہ وہی ان خدمتوں کو انجام دے گا۔ ختنہ کے موقع پر ختنہ کرنے والے کو جائز ہے کہ محنتوں کی شرمگاہ پر نظر کرے اگرچہ وہ طفل ممیز یا طفل بالغ ہو۔ اس موقع پر اور کسی کو یہاں تک کہ والدین کو بھی اس کی اجازت نہیں اگر وہ طفل ممیز یا بالغ ہے۔

وہ سن رسیدہ عورتیں جو شادی بیاہ کے سن سے بہت آگے نکل چکی ہیں جن پر بجز احترام کے دوسری نظر نہیں پڑ سکتی جن کے یہاں صنفی میلان بالکل کافور ہو چکا ہے جسم کے ان حصوں کو کھول سکتی ہیں جو اکثر ایسی عورتوں سے کھل رہا کرتے ہیں جیسے سر کے بال، ہاتھ وغیرہ نہ کہ پیٹ و سیدہ وغیرہ جو ڈھکے رہتے ہیں۔ وہ کمسن لڑکے لڑکیاں جو حد تمیز کو نہیں پہنچے اور صنفی تعلقات کا شعور نہیں رکھتے ان سے پردہ نہیں ہے۔

ختم شد

(اشاعت اولیٰ الواعظ صفدر پریس، مدرسۃ الواعظین لکھنؤ)

قطعہ

شاعر اہلبیت علامہ نجم آفندی مرحوم

شہید ظلم کلیجے ہلا دئے تو نے
حسین! درد کے دریا بہا دئے تو نے
ہر ایک ذرہ بے حس میں اک تڑپ بھردی
دماغ وضع کئے دل بسا دئے تو نے



ہے کیونکہ ان اطلاعات کے بہم پہنچانے کی اجازت زیادہ سے زیادہ صرف اس کو مل سکتی ہے جس کو اپنی شادی کرنا ہے۔

اور عورت کو بھی مرد کے انتخاب میں اس قسم کا اختیار حاصل ہے لیکن اس اختیار کو نہ برتنا ہی موزون و مناسب اور قرین احتیاط ہے۔ یہاں پر بھی عورت کسی مرد کو وکیل بنا کر یہ کام لے لے تو اچھا ہے مگر عورت کو وکیل بنا کر یہ کام نہیں لے سکتی کیونکہ ان معلومات کے حاصل کرنے کی اجازت زیادہ سے زیادہ اس عورت کو مل سکتی ہے جس کو خود نکاح کرنا ہے۔ کسی دوسری عورت کو کیا حق کہ اجنبی مرد کو دیکھے ہاں مرد اپنے انتخاب کی تکمیل کے واسطے اس مرد کو وسیلہ بنا سکتا ہے جو عورت کا محرم ہو اسی طرح امیدوار عورت اس عورت کو وکیل بنا کر دکھلا سکتی ہے جو مقصود مرد کی محرم ہو۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کنیز کا خریدار بننا چاہتا ہے تو اس کو بھی دیکھ سکتا ہے اور اس میں اس کے مالک سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

شہادت کے مواقع بھی مستثنیٰ ہیں لیکن اس مقام پر جہاں شہادت لازمی ہو یہ نہیں کہ گواہی دینا لازم نہیں اور موقع پر ایک صنف دوسرے کا معائنہ کر رہی ہے یا ادائیگی شہادت کے لئے محکمہ قضاء میں حاکم کے روبرو کوئی ایک صنف دوسرے صنف کے فرد کی شناخت کر رہی ہے، مشاہدہ غیبی ہو رہا ہے، یا عورت کے لئے عورت سے فریضہ شہادت کی ادائیگی ممکن ہے مگر مرد محل شہادت یا اور شہادت کے لئے چلا آ رہا ہے۔ یا مرد کے لئے مرد سے یہ کام لیا جاسکتا ہے مگر بلا ضرورت عورت لائی جا رہی ہے۔

ہاں اگر شہادت دینا بھی ضروری ہو اور ہم صنف بھی نہ ملتا ہو البتہ قانون پردہ کا شکست کرنا جائز ہوگا جیسے کسی موقع پر رضاعت کے ثابت ہونے کی ضرورت ہے اور عورت نہیں ملتی یا ولادت کے ثابت ہونے کی ضرورت ہے کہ اس مخصوص عورت نے اس مخصوص بچہ کو دودھ پلایا ہے یا اس معین عورت نے اس معین بچے کو جنا ہے تو ایسی صورت میں مرد اس عورت پر اور اس کے مخصوص اعضاء پر نظر کر سکتا ہے۔

مرثیہ در حال حضرت حُر علیہ السلام (بند ۱۸۳)

سنہ تصنیف: ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ

دعبل ہند نواب مولانا سید فرزند حسین ذاکر اجتہادی

(۱)

علمِ تنخیر مجھے سحرِ بیانی سے ملا
لطفِ آمد کا طبیعت کی روانی سے ملا
طبع کا زور مجھے عہدِ جوانی سے ملا
ہمہ دانی کا مزا ہیچ مدانی سے ملا
نہیں معدوم میں تصویر خیالی کی طرح
ہے یہ جھکتا ہوا قد تیغِ ہلالی کی طرح

(۲)

کون وہ ہے جو نہیں واقفِ نظمِ ذاکر
لکھنؤ کے کلا ہیں مرے فن سے ماہر
اپنا ہم پیشہ سمجھتے ہیں جہاں کے شاعر
کون اب مجھ سا ہے شاگردِ جنابِ فاخر
دہر سے جاتے ہوئے ایک کفن لے کے گئے
دولتِ نظم مجھے زر کی طرح دے کے گئے

(۳)

کہیں چھپ سکتے ہیں عالیٰ نسی کے جوہر
حصنِ دیوارِ چمن سے نہ چھپا ہر گلِ تر
باغ سے نزدِ سحر ہوتی ہے نکہتِ باہر
سمجھی جاتی ہے تواضع مگر اک جزوِ بشر
اُس تصور کی ہو کیا قدر اگر جان نہیں
جس کو ناز اپنے سخن پر ہے وہ انسان نہیں

(۴)

سو برس بھی کوئی تکمیل کرے گر مہ و سال
جھک کے خود اپنا ہی قد نقص پہ ہو جاتا ہے دال
ہوں میں کامل، نہیں کہہ سکتا کوئی وقتِ سوال
آ ہی جاتا ہے زمانے میں ترقی کو زوال
نقشِ بر آب کمال اپنا ہے دریا کی طرح
لڑکھڑاتی ہے زباں حضرتِ موسیٰ کی طرح

(۵)

ہے کچھ ایسی رہ تکمیلِ سخن نا ہموار
ٹھوکریں دیتی ہیں انساں کو خطائیں ہر بار
لے کے لغزش کا عصا ہوتا ہے محوِ رفتار
گرتا جاتا ہے ہر اک گام پہ مانندِ غبار
ہوں اوج میں پہلو کو بدل کر اٹھا
کبر گر ساتھ نہیں ہے تو سنبھل کر اٹھا

(۶)

اپنے اوپر نہیں لازم ہے بھروسا کرنا
ہے یہ وہ خاک مرکب ہوئی ہے جس سے خطا
کوئی ایسا نہیں کھایا نہ ہو جس نے دھوکا
کبرِ زیبا نہیں انساں کو بجز ذاتِ خدا
ہم (ہی) معدوم ہیں سب اول و آخر وہ ہے
دونوں عالم میں ہر اک چیز پہ قادر وہ ہے

(۷)

ہو نہ گر سہو تو کر سکتا ہے سب کچھ انساں
یہ مرض وہ ہے جو رہتا ہے دماغوں میں نہاں
قلب قادر نہیں اس پر کبھی ہنگامِ بیاں
شمع کی طرح سے قابو میں نہیں کوئی زباں
عیب بھی پاؤ گے تنہائی میں لا کر دیکھو
چشمِ انصاف سے ہر نظم اٹھا کر دیکھو

(۸)

قابلِ عجز اگر ہو تو نہیں کوئی خطر
خود خدا کرتا ہے ہر نظم میں تائیدِ بشر
جو بری سہو و خطا سے ہے وہ کرتا ہے نظر
اب نہ کچھ عیب کی دہشت نہ تسلسل کا ہے ڈر
لکھ وہ دیتا ہے تہہ عرش سے جو پاتا ہے
نظم کرتا ہوا ہر بند چلا جاتا ہے

(۹)

ہم نہ اس نظم کے مالک ہیں نہ ہے اپنا کلام
جو کچھ اس میں ہے وہ معبودِ حقیقی کا ہے نام
کلک تحریر میں مشغول ہے، ہو صبح کہ شام
حق بس اتنا ہے کہ لکھ لیتے ہیں ہر بند تمام
شکر کر سکتا نہیں خلق میں انساں اُس کا
دی ارم اتنی سی زحمت پہ، یہ احساں اُس کا

(۱۰)

جب نہ تھے دہر میں ہم مدح کے فن سے ماہر
شعر گوئی سے طبیعت تھی نہ لیکن قاصر
ہر سحر مرثیہ کہتے تھے جناب، فاخر
روز سننے کے لئے ہوتے تھے ہم بھی حاضر
قلب پُر درد کے مضمون اثر دیتے تھے
نظم جو کرتے تھے ارشاد وہ کر دیتے تھے

(۱۱)

ایک دن میں نے پس ختم یہ خدمت میں کہا
آگے اس بند کے کیا حال بیاں کیجئے گا
کیا ارشاد کہ قادر نہیں بتلاؤں میں کیا
کچھ دمِ نظم ہوا کرتی ہے تائیدِ خدا
فکر یوں کرنے سے یہ مرثیہ کم ہوتا ہے
بیٹھتا ہوں تو تسلسل سے رقم ہوتا ہے

(۱۲)

مدح گوئی کا ہوا شوق مجھے بھی جس دم
مجھ سے بھی مرثیہ ہوتا ہے اسی طرح رقم
اس سے ثابت ہوا بے شک ہے خدا کا یہ کرم
یوں کرے نظم، تسلسل نہ مگر ہوگا بہم
گھڑیوں اس فکر میں خاموش کبھی رہتا ہوں
یہ سب ہے کہ جو تائیدِ خدا کہتا ہوں

(۱۳)

دعبل و کاشی و حسان و فرزدق، مقبل
ان کے افسانے سے ہے کون جہاں میں جاہل
وہ پڑھی نظم ہوئے جس سے جناب میں داخل
کیا عجب میرے بھی کام آئے جو وقت مشکل
سببِ فخر ہو گر باغِ جناب تک پہنچوں
میں بھی اس نظم سے جنت کے مکاں تک پہنچوں

(۱۴)

ہے یہ وہ نظم جو تائیدِ خدا ہے مشہور
ملنے جلتے انہیں بیتوں سے ہیں جنت کے قصور
حسنِ بندش کا گیا تا بہ ارم دہر سے نور
دائرے حرف کے ہیں یا گرہ گیسوئے حور
خالِ رخسار کے نقطوں میں چمک آنے لگی
عنبریں زلف کے کاغذ سے مہک آنے لگی

(۱۵)

نظم اعجاز سے ہوتی نہیں خالی سرمو
ہوش کھوتی ہے گلِ باغِ سخن کی خوشبو
پھول بن جاتے ہیں حرفوں پہ قلم کے آنسو
گلِ صد برگِ بہشتی ہے مرے دل کا لہو
خون قرطاس پہ کب دیدہ نم سے پہنچا
ملک میں دل سے تو کاغذ پہ قلم سے پہنچا

(۱۶)

چمنِ دہر سے زائد ہے کہیں اس کی بہار
خون جاتا ہے رگِ گل میں قلم سے ہر بار
نظر آ جاتے ہیں اعجاز کے سارے آثار
دہنِ حرف میں گویائی ہے مانند ہزار
نظر آتا نہیں بے نطق کوئی گل کی طرح
ہیں یہ وہ پھول چمکتے ہیں جو بلبل کی طرح

(۱۷)

حرفوں میں ہے جو دمِ فکر نہاں رازِ خدا
لکھتے لکھتے مجھے ہو جاتا ہے خود ہی دھوکا
نظم کرنے میں پکار اُٹھتا ہے یہ دل میرا
کس طرف آتی ہے مرغانِ بہشتی کی صدا
کیسی شوخی ہے یہ اندازِ قلم میں یا رب
زمرے بند ہیں آوازِ قلم میں یا رب

(۱۸)

میں جو پاتا ہوں کبھی دل کے تڑپنے کا اثر
غرق کرتا ہے یمِ فکر و تفکر اکثر
ساتھ دل کے حرکت میں اگر آتی ہے نظر
سطریں قرطاس پہ بن جاتی ہیں موجِ کوثر
تا بہ فردوس کبھی فکر مری جاتی ہے
کبھی بہتے ہوئے پانی کی صدا آتی ہے

(۱۹)

جودتِ طبع سے ذخیرہ یہ بیاں کر گئے کیا
یہ تو اک حدِ تصور کا کھنچا ہے نقشہ
جو حدیثوں میں نظر آیا ہے وہ ہے اتنا
ہیں اگر مدح کی مینیں تو ملے گا یہ صلہ
کم فضیلت یہ نہیں دہر سے جب جاؤ گے
اپنی ہر بیت سے جنت کے مکاں پاؤ گے

(۲۰)

کام کوئی عمل آتا ہی نہیں بعدِ وفات
گر ملے گی بھی تو رونے سے رُلانے سے نجات
کاٹ دو مدحِ ائمہ میں جو باقی ہے حیات
یوں بسر ہوگی تو وہ آئیں گے وقتِ سکران
ہم بجا لائیں گے جو کام قلم سے ہوگا
وہ نہ آئیں یہ بعید اُن کے کرم سے ہوگا

(۲۱)

کرم و لطفِ ائمہ ہیں دلوں پر ظاہر
ہے ہر اک ان کی فضیلت سے جہاں میں ماہر
بات کل کی تجھے کیا یاد نہیں اے ذخیرہ
دیکھا ہے اچھی طرح حالِ جنابِ فاخر
مدح کا پایا صلہ فاطمہ کے جانی سے
روح نکلی تن بیمار کی آسانی سے

(۲۲)

آنے والے تھے ائمہ جو قریبِ سکران
بند آنکھیں ہوں دید میں کیوں قبلِ وفات
نزع کے کرب سے دی فضلِ الہی نے نجات
بڑھنے سے تھوڑے تنفس کے ہوئی ختم حیات
مادحِ سبطِ پیمر کی یہ حالت دیکھی
دم نہ تھا سینے میں جب غور سے صورت دیکھی

(۲۳)

ہے اعزّٰا سے کب اس وقت کی حالت پنہاں
 رہ گئی تھی رمتی جب تن بیمار میں جاں
 جنبش لب سے دم نزع یہ ہوتا تھا عیاں
 کیفیت قلب کی کرتے ہیں ائمہ سے بیاں
 زن و اولاد چھٹی دولت و مسکن چھوٹے
 اب نہ ان کا نپتے ہاتھوں سے یہ دامن چھوٹے

(۲۴)

یوں ہی سب جائیں گے دنیا سے سوئے دارِ بقا
 کوئی باقی نہیں رہنے کا بجز ذاتِ خدا
 جن کو ہے ان سے محبت نہیں خوف اُن کو ذرا
 ایک دن تم کو بھی لے جائے گی دنیا سے قضا
 ہیں یہاں سب غم و آلام کے سہنے کے لئے
 کون آیا ہے سدا خلق میں رہنے کے لئے

(۲۵)

دارِ ہستی میں ہمیں رہنے کی امید ہو کیا
 نظر آتے نہیں جب دہر میں خاصانِ خدا
 جانتے تھے کہ نہ کام آئے گی اپنی دنیا
 اس جگہ کی نہ پسند اک نے بھی کی آب و ہوا
 دہر میں تین شب و روز کا پیاسا نہ رہا
 انتہا ہے کہ محمدؐ کا نواسا نہ رہا

(۲۶)

کر بلا اپنا مکاں چھوڑ کے مرنے آئے
 سب وہ ظاہر ہیں جو آلام و مصائب پائے
 تشنہ لب تین شب و روز رہے، غم کھائے
 بے گنہ قتل ہوئے ابنِ علیؑ کے جائے
 وا پئے شکر، دم رنج و الم لب کو کیا
 راہِ معبود میں مولّا نے فدا سب کو کیا

(۲۷)

دومِ ماہِ محرم کو ہوا ختم سفر
 چوتھی تاریخ سے آنے لگا رن میں لشکر
 ساتویں کو ہوا بند آبِ امامِ دیں پر
 نویں تاریخ نہ آتی تھی نظر جائے مفر
 قصد تقدیر نے مقتل میں بگڑنے کا کیا
 عزم اُسی روز بن سعد نے لڑنے کا کیا

(۲۸)

کہنے سننے سے جو اک رات کی پائی مہلت
 مغتتم شہ کو ہوئی دشت میں اتنی فرصت
 سپہ کیوں تھی جو آمادہ ظلم و بدعت
 ایک شب رن میں غنیمت ہوئی بہر طاعت
 یہ تصور تھے دمِ عصر شہِ صفدر کے
 صبح کر دیں گے سرِ شام سے سجدے کر کے

(۲۹)

تھا ادھر تو یہ تصور دلِ شہ میں پیدا
 جانبِ غرب اُدھر مہر نے رخ اپنا کیا
 دھوپ اونچی ہوئی معدوم ہوا ہر سایا
 اثرِ جذبِ دلِ خاک میں باقی نہ رہا
 پایا ایک ایک نے ٹپتی ہوئی تقدیروں کو
 کھو دیا دہر نے چلتی ہوئی تصویروں کو

(۳۰)

غرب تک لایا جو خورشید کو درد پنہاں
 خون میں ڈوب گیا جسم، ہوا نور، نہاں
 تھمنے کی اب اسے گردوں پہ بھلا تاب کہاں
 دامنِ غرب میں پوشیدہ ہوا مہرِ جہاں
 تا بہ شب اب غمِ خورشید ہیں سہنے والے
 ہم سے اچھے رہے اُس سمت کے رہنے والے

(۳۱)

دل کو بھاتا تھا سیاہی و شفق کا انداز
کیوں نہ مرغوب ہو مرغانِ چمن کی آواز
ابتدائے سحر و شام کا کھلتا نہیں راز
رنگ گردوں میں نظر آتا ہے طُرفہ اعجاز
کب کسی سے اثرِ دردِ نہاں اُٹھتا ہے
آگِ مغرب میں ہے مشرق سے دھواں اُٹھتا ہے

(۳۲)

جب رہی مہر کی صورت نہ زمانے میں ضیا
پردہٴ روزِ رخِ ظلمتِ شب سے اُٹھا
ٹھنڈی سانسوں کی طرح سرد ہوئی گرم ہوا
ہوش کھونے لگی دودِ دلِ مشرق کی فضا
مل کے آہِ دل گیتی میں شرارے نکلے
افقِ چرخ پہ چھپتے ہوئے تارے نکلے

(۳۳)

تیرگیِ شبِ عاشور کا اللہ ری اثر
مضطربِ قبلِ سیاہی تھے کئی لاکھ جگر
ہونے والا تھا جو صحرا میں بلاؤں کا گذر
چین لیتا تھا نہ میر سپہ بد گوہر
صبح تک شام سے کس کس کو جدا کرتا ہے
دل سے کہتا تھا فلک دیکھئے کیا کرتا ہے

(۳۴)

مشورے تھے یہ کبھی دل سے کہ رہنا ہشیار
دشت میں اچھی طرح پھیل چکی ہے شبِ تار
فوج پر آ نہ پڑیں سرورِ دیں کے غمخوار
قہر ہوگا جو اندھیرے میں چلے گی تلوار
پھر نہ پائے گا دمِ صبحِ مدگاروں کو
کسی صورت سے بچا فوج کے سرداروں کو

(۳۵)

اس تردد میں بڑھا فوج کی جانب مکار
پیچھے پیچھے کئی سو ساتھ تھے رن میں غدار
اس جگہ چھوڑ کے بڑھ جاتی تھی دو دو کو قطار
اپنے بے چوبوں میں رہتے تھے جہاں پر سردار
ہوئے ساماں یہ بہم دشت کی وحشت کے لئے
پہرے قائم کیے خیموں کی حفاظت کے لئے

(۳۶)

خیمہٴ حرّ کے قریں جب پسرِ سعد گیا
چار چوبہ حرّ جرار کا خالی دیکھا
دشت کی سمت رخِ نحسِ ستمگر جو اُٹھا
اک طرف گھوڑے پہ خاموش جری کو پایا
گر نفس تا بہ لب آتا ہے تو جی جاتا ہے
کوئی شے آنکھ میں آتی ہوئی پی جاتا ہے

(۳۷)

بڑھ کے کچھ دور بن سعد نے حرّ سے یہ کہا
پہلے بتلاؤ تردد کا سبب آج ہے کیا
بعد اس کے مجھے یہ امر ہے تم سے کہنا
چھوڑوں کیے آدمی میں بہرِ حفاظت اس جا
دل پہ ایذائے شبِ ہجر کو سہنا تم بھی
خوفِ شبِ خوں ہے مجھے جاگتے رہنا تم بھی

(۳۸)

دن کو اس فوج سے کیا لڑ سکیں گے شاہِ زماں
رن میں جو رہ گئے ہیں ان میں بہت کم ہیں جواں
جان دینا دمِ پیکار نہیں ہے آساں
لی ہے اک شب کی اسی وجہ سے سروڑنے اماں
کب کے یہ خلد پہنچ جاتے جہاں سے مر کے
جی بچے طاعتِ خالق کا بہانا کر کے

(۳۹)

حُرّ کے کانوں تلک اس طرح جب آئی یہ صدا
آنکھ اٹھا کر پسرِ سعد کی جانب دیکھا
دن سے تھا فکرِ معاصی میں جو وہ عبدِ خدا
دلِ حُرّ پر ہوا اس کہنے کا بے حد صدمہ
رازِ سربستگی غیظ کو کھولا نہ گیا
تھر تھرائی ہوئی آواز سے بولا نہ گیا

(۴۰)

روک کر غیظ یہ کرنے لگے ظالم سے بیاں
کون سا ہے وہ تردد جو کروں تجھ پہ عیاں
تو نہ کر کوئی مرے حفظ کا رن میں ساماں
مجھ کو مرنا ہے دم صبح بچانی نہیں جاں
دل کا ہر زخم بھر آیا ہے کہیں خوف نہیں
سیدوں سے تجھے دہشت ہے مجھے خوف نہیں

(۴۱)

مکر کرنا تجھے آتا ہے وہ ہیں اس سے بری
اللہ اللہ رہ دیں سے ہے یہ بے خبری
غم جو دے کوئی تو آجاتی ہیں آنکھوں میں تری
خود اُلجھتی نہیں کانٹوں سے نسیمِ سحری
روئے گل اوس سے بہتر کوئی دھوتا ہی نہیں
صاحب فیض سے نقصاں کبھی ہوتا ہی نہیں

(۴۲)

سنے جب یہ حُرّ غازی سے ستمگر نے کلام
کہہ کے یہ سامنے سے ہٹ گیا وہ بد انجام
اچھا اچھائیوں ہی ہوگا ہمیں کیا اس سے ہے کام
ہوگئی شام کرو خیمہ میں جا کر آرام
رن میں پچھلے سے پئے لشکرِ شر اٹھنا ہے
جو ہیں سردار اُنہیں قبلِ سحر اٹھنا ہے

(۴۳)

جا چکا سامنے سے جب پسرِ سعد لعین
اپنے عصیاں سے ہوا اور بھی حُرّ دل میں حزیں
رو کے کہتا تھا جہنم سے میں بچنے کا نہیں
میری ہی سعی سے آئے ہیں یہاں تک شہ دیں
ناحق ان گوشہ نشینوں کو ستایا میں نے
سرور دیں کو کہاں لا کے پھنسایا میں نے

(۴۴)

طے اسی فکر و تردد میں ہوئی خیمہ کی راہ
آنکھ میں اپنے گناہوں سے زمانہ تھا سیاہ
ہوا طاعت کو جو استادہ وہ عبدِ اللہ
اونچی ہوتی تھی نہ درگاہِ الہی میں نگاہ
قلب پر ظلمتِ عصیاں کے اثر لینے لگے
کانپتے ہاتھوں سے مغرب کی اذّاں دینے لگے

(۴۵)

کر چکا ختمِ اقامت بھی جو ہمراہِ اذّاں
دل سے مشغول ہوا طاعتِ حق میں وہ جواں
قلب پر غم تھا جو شرمندہ بارِ عصیاں
باندھی نیت، ہوئے آنسو رخِ روشن پہ رواں
یہ تضرع کو دمِ خوفِ خدا طول ہوا
جو پڑھا درگاہِ خالق میں وہ مقبول ہوا

(۴۶)

اس طرح کر چکے جب دونوں نمازوں کو ادا
ہاتھ اٹھا کر ہوئے سجادہ پہ مشغولِ دعا
عرض یہ کرتے تھے خالق سے دمِ جوشِ بکا
نام میرا بھی رقم کر سرِ فردِ شہدا
رن میں جب خسرو گردوں کی سواری آئے
سب کے پہلے مرے سردینے کی باری آئے

(۴۷)

کہہ کے یہ سجدہ خالق میں جھکائی گردن
تر ہوا آنسوؤں سے نیم و رجا کا دامن
خوف نے خانہ دل میں جو کیا تھا مسکن
یہ سمجھتے تھے کہ خود ہیں مرے اعضا دشمن
کہتے تھے دل کے سوا کوئی مرے ساتھ نہیں
اب مرے کام کے دنیا میں مرے ہاتھ نہیں

(۴۸)

سجدہ شکر سے بھی ہو گئے فارغ جس دم
نظر آنے لگا کچھ اور ہی رنگِ عالم
دشت میں پھیل چکی تھی شبِ تنہائی غم
تھی ترقی پہ وہ ظلمت جو اُٹھی تھی کم کم
کون وہ دل تھا یم فکر میں جو غرق نہ تھا
ایک سا مشرق و مغرب تھے کوئی فرق نہ تھا

(۴۹)

اس قدر ظلمتِ شب میں تھا سیاہی کا اثر
دور کی چیز نگاہوں کو نہ آتی تھی نظر
گھٹ کے یوں چرخ پہ کم ہو گیا تھا نورِ قمر
چاندنی رات تھی یا اولِ ہنگام سحر
اپنی حد میں تھا ہر اک نورِ نظر کی صورت
ماہِ ظلمت سے ہوا نجمِ سحر کی صورت

(۵۰)

تھی وہ آفت کی سیاہی کہ اُلجھتی تھی نگاہ
چل نہ سکتی تھی ہوا دشت میں دو گام بھی راہ
ٹھوکریں کھاتی تھی آتی تھی جو نزدیک سپاہ
دھوپ سے جل کے زمیں ہو گئی تھی اور سیاہ
پردہ راز اندھیرے میں کہاں اُٹھتا ہے
گرد اُٹھتی ہے کہ جنگل سے دھواں اُٹھتا ہے

(۵۱)

حڑ نے دیکھی جو یہ کیفیتِ شامِ فرقت
لب پہ لایا یہ سخنِ قیدیِ دامِ الفت
بے قراری میں مجھے دیکھنی ہے یہ حالت
طول اس رات کا زائد ہے کہ دل کی حسرت
ہے مسرت کا وہ ہنگام اگر غم نہ رہے
یا یہ شب ختم ہوئی دہر سے یا ہم نہ رہے

(۵۲)

کہہ کے یہ پردہ در باندھا جری نے بڑھ کر
منتظرِ شام سے رہنا ہے تجھے تا بہ سحر
اپنی حالت کی طرح شب پہ بھی کرنی ہے نظر
دیکھنے ہیں ابھی تاروں کی طرح داغِ جگر
کب تک نالہ پُر درد اثر دیتا ہے
صبح ہونے کی مجھے کون خبر دیتا ہے

(۵۳)

پائی تھی سوزِ دُروں نے جگر و دل میں جو راہ
آتشِ قلب سے جل اُٹھا تھا دامنِ نگاہ
تا فلک جاتی تھی ہر مرتبہ حسرت بھری آہ
ہوتا جاتا تھا جہاں اور بھی نظروں میں سیاہ
شام سے قلب ترقی کے مزے لینے لگا
گیسوئے شب میں گرہ دودِ جگر دینے لگا

(۵۴)

بڑھتا جاتا تھا شبِ ہجر میں تنہائی کا جُور
ہوتا تھا درد کی باتوں میں عیاںِ یاس کا طور
دل تڑپ اُٹھتا تھا کرتے تھے گناہوں پہ جو غور
ہم نشیں پاس نہ تھا شب کو بجز شمع کے اور
سننے والا جو ملا درد کے پہلو نکلے
شمع کو روتے ہوئے دیکھ کے آنسو نکلے

(۵۵)

پا کے دسوز دل شمع کو کرتے ہیں بیاں
تجھ پہ کس طرح کروں دل کی مصیبت میں عیاں
بڑھ گئی اتنی سیہ کاری قلب پنہاں
اب تو ہے نور ترا بھی مری آنکھوں سے نہاں
کوئی رہبر نہیں ملتا دل مضطر کی طرح
جا رہا ہوں کسی ظلمت میں سکندر کی طرح

(۵۶)

ڈالتا ہوں نظر اعمال پہ اپنی جس دم
فرد عصیاں میں گناہوں کی ترقی نہیں کم
لکھنے والا ہے مرے جرم کا مجھ سے برہم
دل صدا دیتا ہے تاریک ہوئے جاتے ہیں ہم
کیوں یہ آمادگی ہے آگ میں جلنے کے لئے
کر کوئی فکر سیاہی سے نکلنے کے لئے

(۵۷)

مجھ تک آئے گی نہ برسوں گل جنت کی مہک
اب تو ہوگا کسی دل کو مرے جلنے کا نہ شک
دور سے دیکھتا ہوں ذرّہ آتش کی چمک
کھینچتے ہیں مرے عصیاں ترے شعلے کی لپک
اور بھی میں اثر سوز جگر پاتا ہوں
تیرے نظارے سے اے شمع جلا جاتا ہوں

(۵۸)

اپنے عصیاں نظر آتے تھے جو بے حد و شمار
دل نالاں کو نہ آتا تھا کسی طرح قرار
تھی کبھی دوری جنت کی لبوں تک گفتار
کرتے جاتے تھے گناہوں پہ کبھی استغفار
نامیدی کبھی دوزخ کی خبر لاتی تھی
کبھی توبہ کی فضیلت پہ نظر جاتی تھی

(۵۹)

کبھی کہتے تھے میں ہوں گرچہ گنہگار و لئیم
سرور دیں کا ہے مشہور مگر خلقِ عمیم
دل نہیں توڑتے نیکس کا جو ہوتے ہیں کریم
میرا مولّا تو جہاں میں ہے رحیم ابن رحیم
سر کو رکھ کر قدم شاہ پہ عزت لوں گا
اپنی روتی ہوئی آنکھوں سے میں جنت لوں گا

(۶۰)

تھا عجب یم و رجا میں دل پُردرد کا حال
صاف ہو کر نہ نکلتا تھا کبھی قرعہ فال
خوش کبھی ہوتے تھے پہروں کبھی رہتا تھا ملال
کبھی رحمت کا تصور، کبھی عصیاں کا خیال
تھے تصور سے کبھی شاہ کے احباب کے ساتھ
کبھی تڑپا کئے گھڑیوں دل بیتاب کے ساتھ

(۶۱)

کبھی اس فکر سے نالاں تھا غلامِ شہ دیں
چین کس طرح سے پائے مرا قلبِ غمگین
کیا ابھی تک ہے سیہ کفر کی ظلمت سے جبین
نور سے کسبِ ضیا دل نے کیا ہے کہ نہیں
سر کو خم کر کے کبھی قلب کی حالت دیکھی
آئینہ ہاتھ میں لے کر کبھی صورت دیکھی

(۶۲)

اک تصور سے یہ تھی حالتِ قلبِ غمگین
دل ہوا جاتا تھا نظارہ دوزخ سے حزیں
جلوے دکھلا رہا تھا گلشنِ فردوس کہیں
ساکنِ خلد کبھی تھے، کبھی دوزخ میں مکیں
خوش ہوئے نکہتِ جنت نے اگر گھیر لیا
ڈر کے دوزخ کی طرف سے کبھی منہ پھیر لیا

(۶۳)

بختِ خُفتہ سے بیاں تھا یہ کبھی نیند سے جاگ
کبھی کہتے تھے تصور سے بری ہے تری لاگ
کبھی دل سے کہا جنت کی طرف شعلوں سے بھاگ
کبھی گھبرا کے کہا لگ گئی دامن میں وہ آگ

دو یم غم طرفِ چشمِ جری چڑھ آئے
ہاتھ دامن کے بچانے کو کبھی بڑھ آئے

(۶۴)

شوقِ رحمت کبھی کرتا تھا تسلی جگر
سوئے فردوس پھرا دیتا تھا غازی کی نظر
صبح کا پردہ شب میں نظر آتا تھا اثر
شاخِ طوبیٰ پہ چمک اُٹھتے تھے مرغانِ سحر
خندہ زن ہر گلِ صد برگِ جہاں کو دیکھا
مسکرانے لگے جب اپنے مکاں کو دیکھا

(۶۵)

چشمِ حق ہیں سے جو اٹھا ہوا تھا پردہ راز
ہر شجر کا نظر آتا تھا نرالا انداز
شاخیں ہلتی ہوئی دکھلاتی تھیں طرفہ اعجاز
خود نہ کر سکتے تھے مرغانِ بہشتی پرواز
دمدم اپنے ارادوں کا اثر پاتے تھے
طیر اُس شاخ سے اِس شاخ پہ آجاتے تھے

(۶۶)

صبح کی طرح سے چھایا ہوا ہر سمت ہے نور
مرتفع ذہن خیالی سے ہیں جنت کے قصور
تازہ کرتا تھا جگر سرد ہواؤں کا مرور
خیرہ کرتی تھی نگہ روشنی چہرہ حور
آنکھیں کرتی تھیں اشارے ادھر آنے کے لئے
ہاتھ بڑھ جاتے تھے سینے سے لگانے کے لئے

(۶۷)

تھے مزین دُر و یاقوت سے فردوس کے گھر
نہر اشکوں کی طرح بہہ رہی تھی زیرِ شجر
ابھی پایا جو نہ تھا قربِ شبہ جن و بشر
یہ جو بڑھتے تھے تو ہٹ جاتی تھی موجِ کوثر
تھا اشارا ہوسِ شرب میں رنجور رہو
پانی پینے کا نہیں حکم ابھی دور رہو

(۶۸)

جب تلک ہو گئے نہ مقتل میں فدائے شہ دیں
ہم تلک دہر سے فردوس میں آنے کے نہیں
ہو گیا قلب کو اِس کہنے کا جس وقت یقین
ہوسِ صبح میں کہنے لگا دل سے وہ حزیں
کس طرح اتنا زمانہ سرِ بستر کاٹوں
طول اس بڑھتی ہوئی رات کا کیونکر کاٹوں

(۶۹)

نبضِ دودی کی طرح رات ہے محوِ رفتار
فرقتِ سیدِ والا میں ہوں جاں سے بیزار
تارے گنتا ہوں تو کم ہوتا ہے دل کا آزار
میری قسمت سے یہ شب ہو گئی ہے روزِ شمار
اک قدم طولِ عمل سے میں اُٹھا سکتا نہیں
سامنے وہ درِ جنت ہے پہ جا سکتا نہیں

(۷۰)

صبح ہو لے تو بن سعد کی لوں جا کے خبر
کثرتِ فوج پہ نازاں ہے دلِ بانی شر
ابھی دیکھے نہیں ظالم نے دلیروں کے جگر
ٹھوکرے کھائے گا مقتل میں اُٹھائے گا جو سر
آبرو دہر میں لے لیتے ہیں مرنے والے
پست ہوتے ہیں سدا کبر کے کرنے والے

(۷۱)

اب رہ راست پہ آئے گا نہ وہ بانی جور
کر چکا آج کی باتوں پہ سرِ شام سے غور
عہد تک اس کے رہے گا ستم و ظلم کا دور
جس سے سادات بچیں وہ نظر آتے نہیں طور

جاں بلب تین شب و روز کا پیاسا ہوگا
قتل کل اپنے پیہر کا نواسا ہوگا

(۷۲)

تیرے باعث سے یہ سب کچھ ہوا اے قلبِ حزیں
بتلائے الم و غم ہوئے شاہنشہ دیں
ایسے اعمال پہ کیا ہو ہمیں بخشش کا یقین
اپنے سر دینے کی بھی تو ابھی امید نہیں

شہ نے گر منع کیا نام مرا کیا ہوگا
فکر اس کی ہے کہ انجام مرا کیا ہوگا

(۷۳)

کر رہے تھے عجب آلام و مصیبت میں بسر
خوفِ عصیاں سے کبھی تھا دلِ نالاں مضطر
تھا کبھی شوقِ وفا میں نہ تخیلِ دل پر
کبھی ہاتھوں میں اٹھا لیتے تھے شمشیر و سپر

پاس جب اپنے تصور سے پرے آتے تھے
دو قدم خیمہ سے بے ساختہ بڑھ جاتے تھے

(۷۴)

ہوسِ جنگ میں تھی لب پہ کبھی یہ گفتار
وہ کھڑا ہے پسرِ سعد لگاؤ تلوار
ہو چکے تم تو مددگارِ شہِ عرش وقار
خوف کس بات کا ہے جاں سے ہواب کیوں بیزار

افسرانِ سپہ ظلم کو خوں میں بھر دو
لڑ کے فوجوں سے فدائے شہ دیں سر کر دو

(۷۵)

کبھی مڑ جاتی تھی جب حد تصور سے نگاہ
دیکھتے تھے شہِ کونین کو ہمراہ سپاہ
نظر آ جاتے تھے جب دبدبہ و صولت و جاہ
دل تڑپ اٹھتا تھا کہہ اٹھتے تھے ماشاء اللہ

دی ہے جو مرحمتِ حق نے وہ شاہی دیکھو
کون ہے کس سے کہوں شانِ الہی دیکھو

(۷۶)

ایک اک اس سپہ دیں میں ہے بے مثل و نظیر
لب پہ ہر بار یہ نعرے ہیں فدائے شمشیر
نوجوانوں سے وفا میں سبقت کرتے ہیں پیر
پشت پر ڈھالیں تصدق ہیں کمر پر شمشیر

برہمی کہہ رہی ہے غیظ میں آئے ہوئے ہیں
تسے تلواروں کے سینے سے لگائے ہوئے ہیں

(۷۷)

غور سے پڑ نہیں سکتی ہے دلیروں پہ نظر
بحرِ جرات کا زمانہ میں ہے ایک ایک گہر
کانپ جاتے ہیں دمِ جنگ شجاعوں کے جگر
جب کبھی غیظ بھری آنکھ کا پڑتا ہے اثر

رنگِ تلوار کا چہروں سے دمک جاتا ہے
آبِ شمشیر نگاہوں سے چمک جاتا ہے

(۷۸)

کبھی کہتے ہیں کہ یہ سب ہے غلط دل کا قیاس
ہوسِ نصرتِ سروڑ میں نہیں ہوش و حواس
رات ابھی ہے نہیں مرغانِ سحرِ محوِ سپاس
شب سے مشغولِ عبادت ہیں شہِ نیک اساس

شاہِ ہمراہ سپہ دشتِ وفا میں کب ہیں
کوئی اصل اس کی نہیں، وہم کی باتیں سب ہیں

(۷۹)

حرّ کو رہ رہ کے یہ سمجھاتا تھا قلب پر غم
وہ کرو فکر کہ دردِ جگری جس سے ہو کم
بسترِ خواب پہ آرام سے لیٹو کوئی دم
صورتِ گیسوئے شب کیوں ہیں طبیعتِ برہم
کون کہتا نہیں ہنگامِ سحر نام کرو
رات یہ کٹ نہ سکے گی، ابھی آرام کرو

(۸۰)

کوئی چیز اور نہ بھاتی تھی دمِ شوق و غا
جو لڑائی کو دکھا دے وہ خیال اچھا تھا
وجہ تفریحِ طبیعت تھا لہو کا دریا
جن سے کچھ نام کی امید تھی تھے ان پہ فدا
تیغِ پُر آب کی آنکھوں کو چمک بھاتی تھی
جس میں بوخون کی آئے وہ مہک بھاتی تھی

(۸۱)

طولِ شب اپنی ترقی کو جو دکھلاتا تھا
دل سے کھینچتا ہوا دم تا بہ دہن آتا تھا
قلب کب اس کے سوا چین کہیں پاتا تھا
جب اُلجھتا تھا تو اس طرح بہل جاتا تھا
غم و ہم کے جو اثر قلب کے اوپر دیکھے
ڈھال کے پھول کبھی تیغ کے جوہر دیکھے

(۸۲)

کبھی چپ رہنا تصور سے کبھی کچھ کہنا
آنسوؤں کا کبھی مرغوب تھا رخ پر بہنا
اولِ شب سے پسند آگیا تھا غم سہنا
سرِ بستر کوئی آسان نہ تھا سو رہنا
یوں تو ہر لحظہ ہوسِ جنگ کی تڑپاتی تھی
تیغ رکھ لیتے تھے پہلو میں تو نیند آتی تھی

(۸۳)

ہوسِ جنگ میں لے لیتے تھے جس دم تلوار
حرکت ہاتھ کی دے دیتی تھی جنبش ہر بار
تیغ کی تھی صفتِ نالہ بلبَل جھنکار
اپنے ہی اسلحوں سے گرد تھی گلشن کی بہار
دیکھتے تھے جو سپر طبع نہ گھبراتی تھی
دل کو بو ڈھال کے پھولوں کی پسند آتی تھی

(۸۴)

چہرے تک ڈھال اگر دل کی تمنا لائی
شمعِ بالیں پہ کوئی دم کے لئے گل پائی
ظلمتِ قلبِ سپر دل کو کچھ ایسی بھائی
بند آنکھیں ہوئیں دم بھر کے لئے نیند آئی
ہوسِ خواب میں راحت کا سر انجام کیا
ڈھال رکھ کر رخِ پر نور پہ آرام کیا

(۸۵)

نیند آنے سے وہ زائد ہوا جو کم تھا ملال
بڑھ گئی اور بھی کچھ وسعتِ دامنِ خیال
مضطرب دردِ جگر سے ہوا وہ نیک خصال
لی جو کروٹ سرِ بستر تو ہٹی چہرے سے ڈھال
تھی جو بیداری غفلت تو نہ پہچانتے تھے
شمع کے نور کو نورِ سحری جانتے تھے

(۸۶)

تیرگیِ خیمہ میں پھیلی جو ہوئی تھی ہر سو
صبح ہونے کا نہ ظاہر ہوا کوئی پہلو
اپنے اشکوں میں کوئی فرق نہ پایا سرمو
سرمہ آلود ہوئے جاتے تھے بہہ کر آنسو
بڑھتی ہی جاتی تھی شبِ دردِ جگر کی صورت
ضو یہ دیتی ہی نہ تھی نجمِ سحر کی صورت

(۸۷)

آنکھ جب اچھی طرح کھل گئی آیا یہ نظر
جائے بالمش مرا زانوے برادر پہ ہے سر
عبد و فرزند بھی بیٹھے ہیں قریب بستر
حال یہ دیکھ کے حیراں ہوا قلب مضطر
نیند سے چین کوئی دم کے لئے پا کے اٹھے
تیغ کو لیتے ہوئے فرش سے گھبرا کے اٹھے

(۸۸)

دیکھ کر عبد و برادر کو یہ سمجھا وہ جواں
ہو گئی دشت میں صف بندی افواج گراں
سب جگانے کومرے آئے ہیں خیمہ میں یہاں
ہو گیا اچھی طرح صبح کے ہونے کا گماں
جو ہوا تیز تھی وہ قرب سحر بندھنے لگی
ہوس جنگ میں پچھلے سے کمر بندھنے لگی

(۸۹)

چین پایا کسی صورت جو نہ دل نے دم بھر
تیغ کو میان میں رکھتے ہوئے آئے باہر
اٹھ گئی جب سوئے گردوں حرّ غازی کی نظر
جھلملاتے ہوئے دکھلائی دیئے چند اختر
مُریگیں دہر میں رنگ شبِ دیبجور ملا
اپنی حد سے جو زیادہ نہیں وہ نور ملا

(۹۰)

تھا تمنا میں لڑائی کی جو دل کو نہ قرار
پسند آتی ہی نہ تھی سرد ہوا کی رفتار
محو سیرِ فلکی تھا بھی تو یوں تھا دل زار
کبھی گردوں پہ نظر کی، کبھی دیکھی تلوار
آتشیں آہیں اگر کیں تو شرارے دیکھے
جوہروں سے جو مشابہ تھے وہ تارے دیکھے

(۹۱)

نہ ہوئی تھی جو نمایاں ابھی گردوں پہ سحر
دل کی بیتابیاں یوں کر رہی تھیں رات بسر
پڑ گئی جب ہوس صبح میں مشرق پہ نظر
صفتِ نجم بنا وہم مشکل ہو کر
نور جو شرق میں چمکا قمر آرا چمکا
کئی بار ایک جگہ صبح کا تارا چمکا

(۹۲)

دیکھی بھائی نے جو یہ کیفیتِ حرّ جواں
جوڑ کر دستِ ادب یوں کیا غازی سے بیاں
آج کیا ہے جو تپاں ہے دل بے تاب و تواں
چل کے خیمہ میں بتا دیجئے رازِ پنہاں
جاں تلف آپ نے کی شام سے روتے روتے
ہم بھی سن لیں یہ بیاں صبح کے ہوتے ہوتے

(۹۳)

یہ سخن قوتِ بازو کا جو غازی نے سنا
ہاتھ پکڑے ہوئے خیمہ کی طرف لے کے چلا
اپنے بستر پہ جب آئے تو یہ بھائی سے کہا
بڑھتی ہی جاتی ہے میر سپہ کی جفا
کل وہ بند آب کیا شاہ پہ جو جاری ہے
آج تو شام ہی سے جنگ کی تیاری ہے

(۹۴)

کون یہ دیکھے گا مقتل میں جفا جو کے ستم
رن میں وہ قتل کیا جائے جو ہو خیر امم
پیاس میں ذبح ہوں شہ تیغ سے دیکھا کریں ہم
جن کی جا آنکھ پہ ہو خون میں ڈوبیں وہ قدم
حق نے رتبہ جو دیا ہے اُسے پہچانتے ہیں
بڑھ کے اکسیر سے بھی خاکِ قدم جانتے ہیں

(۹۵)

سبب زر سے وہ آتی نہیں شان و شوکت
برگزیدہ کرے اس دہر میں جس کو دولت
ہم پہ فرض اس کی زمانے میں نہیں ہے طاعت
نہ کیا ہو جسے اللہ نے میر امت
ہے خطا عقل کی اس میں جو یگانہ سمجھیں
جہل ہے گر اُسے ہادی زمانہ سمجھیں

(۹۶)

مجھ سے یہ امر ہوا ہے نہ کبھی اب ہوگا
کہ جگر گوشہ زہرا سے کروں رن میں وغا
اس میں خوش ہو پسر سعد لعین یا ہو خفا
بخشوائے گی قیامت میں نہ مجھ کو دنیا
جمع لاکھوں ستم ایجاد ہیں اک سر کے لئے
میں نہ پیاسے سے لڑوں گا ہوس زر کے لئے

(۹۷)

صاف سن لو کہ جو ہے حالتِ قلبِ نالاں
اب چھپاؤں گا کسی سے بھی نہ رازِ پنہاں
ہے مصمم ہوں نصرتِ سلطانِ جہاں
اور دو چار گھڑی ہوں میں یہاں پر مہماں
ہے بری میرے لئے جنگ نہ کیونکر جاؤں
صبح ہو لے تو سوئے سبطِ پیمبر جاؤں

(۹۸)

روک سکتا نہیں میداں میں مجھے لشکرِ کیں
ہوں غلامِ شہِ کونین ہلا دوں گا زمیں
کیا دلیروں کا بنائے گا بن سعد لعین
تم دمِ صبح مرے ساتھ رہو گے کہ نہیں
تغ جب ہاتھ میں ہو تیر و کبادہ کیا ہے
دل کا پہلے سے بتا دو کہ ارادہ کیا ہے

(۹۹)

عبد نے بھائی نے فرزند نے سن کر یہ کہا
ہم تو پہلے ہی سے ہیں فدیہ سلطان ہدا
آپ جاتے کہ نہ جاتے طرفِ فوج خدا
کر چکے تھے یہ سرِ شب سے ارادہ اپنا
گر کے ہم تا بہ ابد آگ میں پھٹکنے کے نہیں
اب اگر آپ بھی روکیں گے تو رکنے کے نہیں

(۱۰۰)

کام آئے گا نہ بھائی نہ پسر اور نہ مال
ہوگی اک اپنی لحد بعدِ فنا یا اعمال
جس سے چھوٹے نہ رہِ خلد چلے وہ کوئی چال
دل کو فکر اس کی ہے اللہ کرے نیک مال
صبح کو نصرتِ مظلوم کریں، نام کریں
ذکر تا حشر رہے جس سے وہ ہم کام کریں

(۱۰۱)

ایک اک کا جو بیاں یہ حُرّ غازی نے سنا
آگئی لب پہ ہنسی فرطِ خوشی سے یہ کہا
کون عالم میں سعیدِ ازلی ہے تم سا
اس ارادے کی خدا دے تمہیں عقبی میں جزا
ظلم کے بن میں مرے ساتھ شہادت پاؤ
سر کٹا کر قدمِ شاہ پہ جنت پاؤ

(۱۰۲)

فکر جس کی تھی مجھے تھا وہی تم سب کا خیال
خیر بہتر ہے کرے دور وہ ہر دل کا ملال
صبح ہو لے تو چلو سوئے شہِ نیک خصال
اب تو طولِ شبِ فرقت سے ہے بد قلب کا حال
آنکھ اٹھا کر طرفِ چرخ تماشا دیکھیں
دل بہل جائے جو جاتی ہوئی دنیا دیکھیں

(۱۰۳)

حڑ کے کہنے کا پڑا سب پہ کچھ اس طرح اثر
شدتِ درد نے تڑپا دیئے سینوں میں جگر
چین لیتا تھا نہ بھائی نہ غلام اور نہ پسر
ہوں جنگ میں اک اک ہوا جو یائے سحر
دل کو تڑپاتے ہوئے قلب سے آہیں اٹھیں
صبح کے ڈھونڈھنے کو آٹھ نگاہیں اٹھیں

(۱۰۴)

اپنی گردش سے نہ خود چرخ کو آتا تھا قرار
میہماں دہر میں تھی چند دقیقہ شبِ تار
رات کم ہوتی تھی، بڑھتے تھے خوشی کے آثار
خواہشِ موت میں تھے عمر سے اپنی بیزار
دل لڑائی کے تصور سے سکوں پاتا تھا
رخ پہ خوں شوقِ شہادت سے چھلک آتا تھا

(۱۰۵)

گو بہت ہوگئی تھی قلب کی کم بیماری
دل کی اس پر بھی اُسی طرح سے تھی آزاری
کبھی عصیاں کا تصور کبھی آنسو جاری
دمدمِ شمع کی مانند تھی رقتِ طاری
دل کو آرام کہاں جوش بکا دیتا تھا
درد اٹھ اٹھ کے کلیجہ کو ہلا دیتا تھا

(۱۰۶)

تھے ادھر دیر سے مشغول بکا حڑ جری
اُس طرف رحم پہ آیا فلکِ نیلوفر
نور کی دامنِ مشرق میں ہوئی جلوہ گری
گرتی پڑتی ہوئی بڑھ آئی نسیمِ سحری
کوئی تو وقتِ نظارہ قمر آرا چکا
آنسو آنکھوں میں تھے صبح کا تارا چکا

(۱۰۷)

ظلمت و نور نظر آتے ہیں شکلِ سیماب
سحر و شام ہے گردوں کے تلون کا جواب
اپنے ہی رنگ بدلنے نے کیا دل بیتاب
شب کا اک رات ہی میں ختم ہوا عہدِ شباب
خطِ ابیض کا نشاں پیکِ نگہ پانے لگا
زلفِ شب میں نظر اک موئے سفید آنے لگا

(۱۰۸)

لطفِ صحنِ فلکی دیکھتے تھے نظارے
ٹھنڈی پائی جو ہوا مرغِ چمن چہکارے
اونچے ہو ہو کے گئے تا بہ فلکِ فوارے
آئینہ بن گئے نورِ سحری سے تارے
چرخِ ظلمت میں صفا قلب کی دکھانے لگا
اک کا منہ دوسرے تارے میں نظر آنے لگا

(۱۰۹)

اُس طرف چرخ پہ دکھلائی دیا روئے سحر
اس طرف دہر سے ظلمت نے اٹھایا بستر
نور سے بڑھتی چلی وسعتِ دامنِ نظر
اک کی آمد ہوئی مائل ہوا اک بہر سفر
رنگِ گردوں سبب گردشِ تقدیر ہوا
رات سے نورِ سحر بڑھ کے بغل گیر ہوا

(۱۱۰)

شبِ تاریک میں آرام سے کی تھی جو بسر
زمزمہ سنچ تھے پچھلے ہی سے مرغانِ سحر
ان صداؤں کا ہوا گوشِ فلک تک جو گذر
صبح نے رات کی گھبرا کے الٹ دی چادر
چرخ پر بڑھ کے ضیا حدِ یقیں تک آئی
اک تجلی تھی جو گردوں سے زمیں تک آئی

(۱۱۱)

ختم طولِ شبِ فرقت کے ہوئے افسانے
جلوہ صبح سے معمور ہوئے کاشانے
کھو دیئے شمع نے دامن سے گہر کے دانے
گلے مل مل کے جدا ہونے لگے پروانے
کرب میں کی جو بسر ہجر کے ماروں کی طرح
شمع بے نور ہوئی چرخ کے تاروں کی طرح

(۱۱۲)

صبحِ امید کی عالم میں ہوئی جلوہ گری
اوس سے بالیاں سبزے کی ہوئیں اور ہری
یوں بھلی لگتی تھی ہر پھول کے دامن کی تری
جزوِ گل ہو گئی گلشن میں نسیمِ سحری
دل پہ ہر اک کے اثر دے گئی جادو کی طرح
اصل میں سرد ہوا تھی جو گئی بو کی طرح

(۱۱۳)

پائے جب اچھی طرح حُرّ نے سحر کے آثار
ہوئے مسرور کہ بر آئی امیدِ دلِ زار
ہو کے خوش بھائی سے جرّار نے یہ کی گفتار
کر لیں طاعت تو چلیں نزدِ شہِ عرش وقار
اُگل آئیں دمِ سجدہ نہ حسامیں چڑھ کے
پھرتے ڈالنا تیغوں کے، نمازیں پڑھ کے

(۱۱۴)

کہہ کے یہ ہو گیا مشغولِ عبادت وہ جواں
بھائی نے عبد و پسر نے بھی پسِ ختمِ اذان
کی ادا وقتِ سحر طاعتِ خلاقِ جہاں
رکعتیں ختم ہوئیں کہنے لگے رازِ نہاں
ایک اک ہم میں سے میدانِ وغا میں سردے
کر چکے ہیں جو ارادے انہیں پورا کر دے

(۱۱۵)

کر رہے تھے یہ ابھی درگہِ خالق میں دعا
ناگہاں آ کے یہ خادم نے بصدِ عجز کہا
گھوڑے تیار ہیں کب جائیے گا بہرِ وغا
سجدہ شکر یہ سنتے ہی کئے سب نے ادا
ذکر حق ختم ہوا صفدر و غازی اُٹھے
رکھ کے تسبیحیں مصلّوں پہ نمازی اُٹھے

(۱۱۶)

خادم حُرّ نے مصلّوں کو لپیٹا بڑھ کر
تن پہ سجنے لگا آلاتِ وغا ہر صفدر
شادماں جنگ کی امید میں تھے عبد و پسر
حُرّ کے رخ پر مگر اس فکر سے تھا غم کا اثر
آج کیا اپنے مقدر کے اثر پاتا ہوں
لاش جاتی ہے سوئے شاہ کہ میں جاتا ہوں

(۱۱۷)

تھا بڑی دیر سے اس فکر میں قلبِ نالاں
دیکھنے کیا پسرِ سعد سے ہو طرزِ بیاں
رن سے پہنچوں کہ نہ پہنچوں سوئے شاہِ دو جہاں
کہیں مرتے ہوئے رہ جائیں نہ باقی عصیاں
غرق کر دے نہ یمِ جرم و معاصی چڑھ کے
اپنے خیمہ سے چلے سورہِ توبہ پڑھ کے

(۱۱۸)

حُرّ جو خیمہ سے برآمد ہوئے با عزّ و وقار
دیر سے تھا درِ دولت پہ رسالہ تیار
تھے سپہ میں جو کئی ان کی طرف سے سردار
لائے وہ تا بہ جبیں ساتھ ہر اک کے تلوار
پُر ضیا چھوٹ نے کچھ اور سوا دن کو کیا
سب نے تیغوں کے اشاروں سے سلام ان کو کیا

(۱۱۹)

لے کے ایک ایک سپاہی کا کراہت سے سلام
اپنے رہوار کے پاس آیا وہ شیدائے امام
تھام لی عبد نے جوار کے گھوڑے کی لجام
یا علیٰ کہہ کے دلاؤڑ نے کیا زیں پہ مقام
کی نظر مڑ کے تو بشار رخ فوج ملا
کوکب بخت کو ہنگام سحر اوج ملا

(۱۲۰)

جلوہ گر ہو چکے گھوڑے پہ جو حرّ دیندار
بعد ان کے ہوا رہوار پہ ایک ایک سوار
لی جگہ عبد و پسر نے پس پشت جزار
دو قدم پیچھے رہا بھائی کا ان سے رہوار
کھینچ کر جنگ کی شکلیں نظروں میں رکھیں
سب نے گھوڑوں کی لجامیں کمروں میں رکھیں

(۱۲۱)

پایا اس طرح سے حرّ نے جو ہر اک کو تیار
نہ رہا شوق و غا میں دل غازی کو قرار
اپنی مرضی پہ بڑھایا فرس شیر شکار
باگیں ساتھ ان کے رسالے نے اٹھائیں اک بار
بہت آہستہ چلا اور نہ بہت تیز چلا
دل کو جو چال پسند آئی وہ شدید چلا

(۱۲۲)

بڑھتے جاتے تھے یوں ہی جانب دشت جنگاہ
دیکھتے جاتے تھے ترتیب سپاہ گمراہ
کبھی خولی پہ، کبھی شمر پہ پڑتی تھی نگاہ
طے اسی طرح سے کی تا بہ بن سعد وہ راہ
دیکھ کر مرضی دل چند نفس روک لیا
چڑھ کے جب منہ تلک آیا تو فرس روک لیا

(۱۲۳)

جھک کے گھوڑے پہ بن سعد سے حرّ نے یہ کہا
کٹ گئی خیر سے وہ رات تھا جس کا دھڑکا
اب بتا کیا تھا سر شب سے ارادہ تیرا
قتل ہوگا کہ بچے گا پسر شیر خدا
بغض اب تو نہیں دو روز کے پیاسے سے تجھے
صلح منظور ہے احمد کے نواسے سے تجھے

(۱۲۴)

پیچھے ہٹ کر پسر سعد نے یہ کی گفتار
نام حق آج تو گھوڑے پہ ہوا کے ہو سوار
چڑھے آتے ہو مرے منہ پہ اٹھائے رہوار
کیسی یہ بے ادبانہ ہے فرس کی رفتار
اپنی تلوار میں خوں میرا بھرو گے شاید
عوضِ شہ مجھے پامال کرو گے شاید

(۱۲۵)

کون سے شہر کی یہ رسم ہے کس گھر کا رواج
ایسا ہوتا نہیں بے قدر اک ادنیٰ محتاج
جس میں بوکبر کی ہو خوب نہیں ہے وہ مزاج
تم نہ گر کر سکو میں کر دوں تکبر کا علاج
کھینچ لوں تیغ جو میں روح عدم تک پہنچے
زین رہوار سے سرکٹ کے قدم تک پہنچے

(۱۲۶)

ہو چکی دیر سے صف بندی میدان قتال
منتظر تولے ہوئے تیغ ہے ہر بد افعال
دعوہ عقل و فراست بھی ہے اور ہے یہ سوال
پوچھنے آئیں ہیں احمد کے نواسے کا مال
اک نہ اک آج تن و سر میں جدائی ہوگی
صلح شبیر سے اور حرّ سے لڑائی ہوگی

(۱۲۷)

شاہ سے صلح کرے یا نہ کرے ہر گمراہ
آپ کچھ اپنے ارادے سے کریں تو آگاہ
کیوں مسافر پہ ہے یہ لطف و ترحم کی نگاہ
کیا چلے جائیے گا چھوڑ کے دشتِ جنگاہ
جس سے بچ جائے یہ جاں ایسی اجازت دے دوں
گھر کے جانے کی تمنا ہو تو رخصت دے دوں

(۱۲۸)

خیر سے آپ جو جالیں تو بڑھے لشکرِ کیں
پھر یہ سب فوج ہے اور دوشِ محمدؐ کا مکیں
صاف سن لو پسرِ فاطمہؑ بچنے کا نہیں
ہوگی ترخون سے سادات کے مقتل کی زمیں
جادۂ تیغ ہے اس دہر سے جانے کے لئے
کوئی میت کے بھی ہوگا نہ اٹھانے کے لئے

(۱۲۹)

صبرِ حرّ نے دمِ تقریر کیا چند نفس
یہ کہا جب نہ رہی قلب کو سننے کی ہوس
دیکھ بے چین مرے دل کی طرح سے ہے فرس
اب زباں بند کر او بانیِ بدعت، بس بس
کیوں ہو بے قدر تڑپنا کوئی سیماب نہیں
دل کھنچا آتا ہے سننے کی مجھے تاب نہیں

(۱۳۰)

ستم و جور کی ہوتی جو مرے دل میں ہوس
کر چکا تھا تجھے او ظلم کے بانی بے بس
ہو محل سے تو مناسب ہے دلیروں کو ترس
تھی یہی وجہ جو بڑھتا ہوا روکا تھا فرس
تجھ سے دنیا تو نہ ہنگامِ غضب خالی کی
چھیڑ منظور تھی عادت نہیں پامالی کی

(۱۳۱)

شیوہ اہل شجاعت نہیں یہ جور و جفا
ہے برا صاحبِ توقیر کی عزت لینا
گو رواج اس کا چلا آتا ہے ہنگامِ وغا
تیغ سے کرتے ہیں سرمدِ مقابل کا جدا
آ چکی موت تو بد وقت وغا ہے یہ بھی
میرے نزدیک زمانے میں برا ہے یہ بھی

(۱۳۲)

خیر یہ ظلم تو رکھا ہے دلیروں نے روا
پامالی کو برا جانتے ہیں اہلِ وفا
جس کی منظور ہو تو وہیں ہے اس پر یہ جفا
لیکن امید یہ تجھ سے نہیں رن میں اصلا
بزدلوں کا کبھی شیوہ نہیں شیروں کی طرح
تو لڑے گا نہ دمِ جنگِ دلیروں کی طرح

(۱۳۳)

کہہ کے یہ رونے لگا عاشقِ آلِ حیدرؑ
شہِ ذی جاہ کی توہین پہ ہے سب کی نظر
قتل کرنے پہ نہ باز آئیں گے رن میں اکفر
ہوگا پامالِ جفا دشت میں جسمِ بے سر
فوجِ مہماں کو، مسافر کو، اذیت دے گی
عزتِ احمدؑ کے جگر بند کی امت لے گی

(۱۳۴)

دیر تک پہلے تو رویا کیا وہ نیک انجام
پھر کئے یہ پسرِ سعد سے غصہ میں کلام
ہوں گے پامال اگر بعدِ وغا رن میں امامؑ
لعن کے ساتھ ہراک لے گا جہاں میں ترانام
دل میں دوزخ نے جگہ کی ہے تمنا کی طرح
تیرے ہاتھ آئے گی دنیا بھی نہ عقبی کی طرح

(۱۳۵)

قتل کر ڈالے گی تنہا کو اگر فوج کثیر
شہ کا کیا جائے گا تو ہوگا نگاہوں میں حقیر
کوئی دشمن سے بھی جھکتا ہے کبھی او بے پیر
تو نے کھینچتی ہوئی دیکھی نہیں شاید شمشیر
بات جب منہ تلک آ جائے تو رکنا کیسا
وہ محل جنگ میں ہے کبر کا جھلنا کیسا

(۱۳۶)

آپ کھویں گے مرا کبر خدا کی قدرت
لیتے رہیے گا فن جنگ میں کارِ حکمت
تیغ رد کرنے میں نسخہ کی پڑے گی حاجت
جب لہو زخم میں بھر لے تو سمجھنا شربت
پھر نہ کم طاقی و ضعف کی شدت ہوگی
خون پینے سے نہ زائل کبھی قوت ہوگی

(۱۳۷)

تیغ کاٹھی سے تو کیا کھینچے گا او بانیِ جور
تیرے چہرے سے دلیری کے عیاں بھی تو ہوں طور
آج کل ہم سے شجاعوں کا زمانہ میں ہے دور
جو تری تیغ کو کھائے گا وہ ہوگا کوئی اور
گر شکن پاؤں تو چہرے کو دگرگوں کر دوں
سرخ پاؤں تری آنکھیں تو زمیں خوں کر دوں

(۱۳۸)

ہوگا سر خاکِ مذلت پہ نہ بعد رحلت
حق پہ جو ہو کہیں ہوتی ہے اُسے بھی ذلت
دے کے جاں کرتے ہیں جو دینِ خدا کی نصرت
نام پاتے ہیں شہیدوں کا وہ عالی ہمت
خوف کیا گر نہ بنے دشت میں تربت ان کی
ان کے دشمن کہیں لے سکتے ہیں عزت ان کی

(۱۳۹)

اُس سے بڑھ کر نہیں بے عقل سُن او بد افعال
بد ہوں نزدیک خدا جن کے زمانے میں خصال
ہے وہ نافہم نہ سمجھے جو کبھی اپنا مال
دیکھ پچھتائے گا اچھے نہیں تیرے اعمال
پھر میں کہتا ہوں تجھے کاہے کی اس میں کد ہے
خوں بہانا جگر و جانِ نبی کا بد ہے

(۱۴۰)

کیوں نہ پوچھوں سببِ قتلِ شہِ عرش وقار
میری دریافت کی یہ وجہ ہے اے ظلم شعار
تیرے منہ سے میں ترے ظلم کا لے لوں اقرار
کہیں یہ خون مکر جائے نہ تو روز شمار
خوں بھری تیغیں ہیں گودل کی تباہی کے لئے
ایک میں بھی رہوں اس خوں کی گواہی کے لئے

(۱۴۱)

ہے مصر شب سے تو اس بات پہ او دشمن جاں
کہ مفصل میں کہوں حالتِ قلبِ نالاں
اب تامل نہیں، سُن کیفیتِ دردِ نہاں
آج جاتا ہوں پئے نصرتِ سلطانِ جہاں
کھل گیا غنچہٴ دل شام سے آہیں بھر کے
ہجرِ شبیر میں یہ رات کٹی مر مر کے

(۱۴۲)

واہ کیا عقل ہے، کیا دینِ ترا، کیا آنکھیں
جو بری ہیں، وہی باتیں ہیں ترے ذہنِ نشیں
حکم آیا ہے مسافر کے ستانے کا کہیں؟
کیسی ترغیب تو دیتا ہے یہ اے دشمنِ دیں
صفحہٴ دہر سے کیونکر یہ جفا نہیں دھو جائیں
منع جو ہیں وہ ترے حکم سے جائز ہو جائیں

(۱۴۳)

جانتا ہی نہیں ظالم تو دلیروں کی اُمنگ
جان دے دیتے ہیں اچھا ہو کہ بد جنگ کا رنگ
اُن کا ڈر چاہئے تجھ کو کہ جو ہوں زیست سے تنگ
وہ کہیں پلٹے ہیں آئے ہیں جو گھر سے پئے جنگ
دم نکل لیتا ہے تب جوش و غا گھٹتا ہے
کہیں پیچھے بھی سپاہی کا قدم ہٹتا ہے

(۱۴۴)

حکمِ خالق سے مطابق ہے اگر حکم ترا
میں تو میں، ہوگا نہ مقتول کوئی وقت و غا
کیا ترے کہنے سے آئی ہوئی پھرتی ہے قضا
بڑھ گیا کبر کچھ ایسا کہ خدا بن بیٹھا
خانہ احمد و زہرا کی صفائی کر لے
دشت میں چار پہر اور خدائی کر لے

(۱۴۵)

امتحان لیتا ہے معبودِ حقیقی سب کا
دیکھ یہ روز و غا ہے صفتِ روز جزا
قتل ہو جائے گا جس دم دل و جان زہرا
پھر تو تو خلق میں ہے اور عقوباتِ خدا
حرصِ دولت کی طرح بد ہے سر انجام ترا
جس کا حاصل ہے جہنم وہ ہے اسلام ترا

(۱۴۶)

کفر و اسلام سے ہوتی نہ اگر دشت میں جنگ
کبھی ہوتا نہ میں اس فوج میں رہنے سے بنگ
کھینچتا تیغ تو ہو جاتی عیاں دل کی امنگ
پھر میں کچھ اپنی شجاعت کا دکھاتا تجھے رنگ
رن کے ہلنے کی خبر ہر دل مضطر دیتا
فتح کرتا یہ و غا دشت میں یا سر دیتا

(۱۴۷)

آج تو دشت میں ہے سبطِ پیمبر سے و غا
جنگ اچھی یہ نہیں حکم، خدا سے اصلا
دوسرے چند نفر ہیں ادھر اربابِ وفا
اس طرف دشت میں ہے کثرتِ افواجِ جفا
رنگ جو ضعف سے لے آئے رخ زرد ہے وہ
ساتھ تھوڑوں کا جو دے، رن میں جواں مرد ہے وہ

(۱۴۸)

یاں تو کیفیتِ قوت نہ کھلے گی تجھ پر
قرب شہ، جا کے دکھا دوں گا و غا کے جوہر
سن کے یہ غیظ میں کہنے لگا وہ بد گوہر
جانا مشکل ہے ترا نزد شہ جن و بشر
ناصرِ سبطِ پیمبر کو لہو میں بھر دوں
اک قدم پیچھے ہٹے گر تو قیامت کر دوں

(۱۴۹)

حرّ نے بھی قبضہ شمشیر پکڑ کر یہ کہا
گر بڑھا اک قدم آگے تو ابھی دوں گا سزا
مدعا چیں بجیں سے جو ہوا یہ پیدا
ہونے ہی کو ہے بنِ سعد سے اور حرّ سے و غا
تھی جو یہ فکر کہ انجام و غا کیا پہنچے
عبد و فرزند و برادر بھی قریب آ پہنچے

(۱۵۰)

کھینچ لی ایک نے تیغ، اک نے سنبھالا بھالا
گرز اٹھا کر پسرِ سعد سے اک نے یہ کہا
گفتگو منہ سے نہ بیہودہ کوئی اب کرنا
ورنہ اس گرز سے آ جائے گی دم بھر میں قضا
خونِ فرقِ ستم ایجاد سے تن بھر دوں گا
چور شیشے کی طرح کاسہ سر کردوں گا

(۱۵۱)

دیکھا جب یہ پسر سعد نے طرزِ گفتار
غیظ میں حرّ کے رسالے سے یہ بولا مکار
جانے پائے نہ سوئے شاہ تمہارا سردار
گھیر کر چھین لو اس مردِ جری سے تلوار
دل میں جو قصد ہو پہلے سے نہ ہشیار کرو
نہ لڑو گر تو کمندوں میں گرفتار کرو

(۱۵۲)

دیکھی حرّ نے جو یہ کیفیتِ قلب بے دیں
غیظ سے سرخ ہوئی رخ کی طرح چینِ جبین
تیغ کاٹھی سے کھینچی، ہل گئی مقتل کی زمیں
خاتمِ زیں پہ سنبھل بیٹھا وہ جرأت کا نگین
دی صدا حرّ نے مرے منہ پہ چڑھے تو کوئی
اے بن سعد! رسالے سے بڑھے تو کوئی

(۱۵۳)

کہہ کے یہ حرّ نے بڑھایا فرسِ شیر شکار
بھائی کے ساتھ ہی بھائی نے اٹھایا رہوار
لختِ دل بائیں طرف آ گیا لے کر تلوار
اپنے آقا کے عقب میں رہا عبدِ جرّار
نذر سرسب نے پئے شاہِ خوش اقبال دیئے
یا علی کہہ کے دیروں نے فرس ڈال دیئے

ساقی نامہ (۱۵۴)

ساقیا آ گیا رندوں کے لیئے وقتِ مدد
آج تاخیر ہوئی ردّ و قدح میں بے حد
قول منکر تھا دلیلوں سے کیا دیر میں رد
دے کوئی جامِ مئے الفتِ آلِ احمد
غیظ، تاثیر مجھے نشہ کی دکھلانے لگے
رنگِ رخ سے مئے لگرنگ کی بو آنے لگے

(۱۵۵)

پیتے ہی مئے کے جو سرشار میں ہو جاؤں کہیں
تہہ و بالا مری فریاد سے ہو رن کی زمیں
روکنے والے ہزاروں ہیں مگر خوف نہیں
سوئے شہ جھیل کے جاؤں میں یم لشکرِ کیں
آج مجدھار سے رندوں کا سفینہ نکلے
مئے کوثر اُسے سمجھوں جو پسینہ نکلے

(۱۵۶)

حدّتِ آتشِ تر سے جو عرق آ جائے
مئے دو آتشہ اس وقت مزا دکھلائے
فخر کا میرے سبب ہو جو پسینہ آئے
جس کی حسرت ہے اسے بخت مرا بر لائے
کیوں قوی دل نہ ہو جب میں رخ و سینہ پوچھوں
دامنِ ساقی کوثر سے پسینہ پوچھوں

(۱۵۷)

صدقِ دل سے ہوں میں جاں دادہ آلِ حیدر
دیکھے جائیں گے علی سے نہ مرے دیدہ تر
دور تک جائے مرے نالہ قلبی کا اثر
اشک بھر لاؤں تو چھلکے مئے حوضِ کوثر
دنگ جانے سے مرے دشت کی فوجیں ہو جائیں
شکنیں غیظ بھرے ماتھے کی موجیں ہو جائیں

(۱۵۸)

تجھ سے پاؤں گا نہ گر بزم میں باقی ساقی
کششِ قلب کی دکھلاؤں گا تب مشاقی
مجھ کو تو دے کہ نہ دے مئے نہ رہے گی باقی
ہے سبو میری نگاہوں سے مشبک ساقی
جو بلندی پہ گیا وہ بھی ادھر مڑ کے گرا
قطرہ قطرہ مئے لگرنگ کا اڑ اڑ کے گرا

(۱۵۹)

میرے کے دینے میں کوئی تجھ سے کرے کیوں تحریک
لینا غیروں کے وسیلے سے نہایت ہے رکیک
جامِ کوثر کے دلانے میں کوئی ہو نہ شریک
جاتے جاتے مرے ہو جائے یہ اتنا نزدیک
مرضیٰ قلب کے پیمانے پہ ساغر بھر لوں
اپنے خود ہاتھ سے جھک کر مئے کوثر بھر لوں

(۱۶۰)

بہر حق جلد اٹھا ہاتھ میں ساغر ساقی
حرص کھوئے گا نہ دل دادہ کوثر ساقی
منتظر دیر سے ہیں سبطِ پیہر ساقی
میں پہنچ جاؤں تو پورے ہوں بہتر ساقی
دور سے اب تو ہوس لائی ہے میخانے میں
تو ڈبو دے مجھے اعجاز سے پیمانے میں

(۱۶۱)

بزم میں یوں چلے پیانہ کہ افسوں ہو جائے
تیری باتوں سے مری طبعِ دگرگوں ہو جائے
دل مرا کیوں نہ ترے حسن پہ مفتوں ہو جائے
رنگ لائے یہ پیالہ کہ جگر خوں ہو جائے
پی کے مئے بہرِ وغا دشت کو میخوار چلے
شیشے لڑ جائیں تو گھمسان کی تلوار چلے

(۱۶۲)

حدِ لشکر سے نکل آئے جو چاروں رہوار
دی صدا حُرّ نے کہ اے سبطِ رسولِ مختار
دلِ خادمِ تپِ عصیاں سے ہوا ہے بیمار
اے مسجائے جہاں ہے مرا مہلک آزار
زردیٰ رخ نہ کہیں ضعف میں رسوا کر دے
اے مرے عیسیٰ وقت! اب مجھے اچھا کر دے

(۱۶۳)

گئی یہ حرّ کی جو گوشِ شہِ والا میں صدا
جوش پر آ گیا دم بھر میں یمِ لطف و عطا
بھیج کر اکبر و عباس کو بلوا بھیجا
آتے ہی خدمتِ شبیر میں قدموں پہ گرا
چین آیا نہ کسی طرح دلِ مضطر کو
ہولینے عفو جرائم تو اٹھایا سر کو

(۱۶۴)

دی ادھر خیمہ میں فصّہ نے یہ زینب کو خبر
لشکرِ شام سے حرّ آیا ہے ہے نزدِ سرو
خوش کچھ اس وقت زیادہ ہیں شہِ جن و بشر
میںہاں پر ہے بہت لطف و ترحم کی نظر
اب نہ وہ آنکھ میں آنسو ہیں نہ وہ نالے ہیں
پیار سے ہاتھ گلے میں شہِ دیں ڈالے ہیں

(۱۶۵)

پائی بھائی کے جو خوش ہونے کی زینب نے خبر
شکر حق کر کے یہ کہنے لگی بنتِ حیدر
خیر آیا تو کوئی شام کے لشکر سے ادھر
فوج سے ناصر شہِ اب تو لڑیں گے دن بھر
شعلہ تیغِ دلیراں سے زمیں جل جائے
پھر کوئی ڈر نہیں گر آج کا دن ٹل جائے

(۱۶۶)

اس میں حرّ ہوں کہ بنِ قین ہوں یا وہب و ہلال
ناصرانِ شہِ دیں کو یہ رہے رن میں خیال
اس طرح جم کے وغا ہو کہ سپہ ہو پامال
رہنے پائے نہ کسی دل میں تمنائے جدال
کیوں نہ خوش ہوں جو نکل آئیں یہ اراماں دل کے
سب مرے بھائی کو غربت میں بچالیں مل کے

(۱۶۷)

گو نہیں یاں کے دیروں کا شجاعت میں نظیر
اپنے انبوه پہ نازاں ہے مگر ہر بے پیر
ہاتھ میں تولے ہوئے تیغ ہے ایک ایک شریر
سہل سمجھیں نہ لڑائی کہ یہ مجمع ہے کثیر
تیر سے آج جو خالی ہوں وہ ترکش بھر لیں
اپنی تلواروں پہ پہلے ہی سے صیقل کر لیں

(۱۶۸)

حرّ پہ سب ہوگی عیاں کیفیتِ حالِ خراب
ہفتّم ماہِ محرم سے ہے پانی کمیاب
تشنہ لب ہیں کئی اطفالِ شہِ عرشِ جناب
کیا عجب ہے کہ جو ہوساتھ کوئی مشکِ برآب
کچھ تو ہو بنتِ شہنشاہِ مدینہ کے لئے
پانی لایا ہو تو لے آؤ سکینہ کے لئے

(۱۶۹)

مشک بھی ساتھ نہ گر ہو تو ہے کاہے کی حیا
ہم کو کوزے ہی میں دے دے جو نہ پانی ہو سوا
ایک ہی جام سے ہم کام نکالیں اپنا
ہو نہ اصغر کو شکایت نہ سکینہ کو گلا
کچھ تو یہ بہر سکونِ دلِ مضطر پی لے
بوند بھر پانی جو رہ جائے تو اصغر پی لے

(۱۷۰)

جوڑ کر دستِ ادب حضرتِ فضہ نے کہا
اے خزادی مری، پانی وہ یہاں لا نہ سکا
ہے تعجب یہی کس طرح وہ زندہ پہنچا
تھی ہر اک سمت سے گھیرے ہوئے افواجِ خطا
حرّ کا ہر چند یہاں پر تھا نہ بیجا آنا
صعب و دشوار تھا اُس بھیڑ سے تنہا آنا

(۱۷۱)

تین شخص اور بھی ہیں حرّ جری کے ہمراہ
ایک بھائی ہے جو چھوڑ آیا ہے کوفہ کی سپاہ
دوسرا عبد ہے شیدائے شہِ عرشِ پناہ
نوجواں تیسرا بیٹا ہے جو ہے نورِ نگاہ
اپنے پہلے ہے یہ آمادہ جدا کرنے کو
سب کو لایا ہے شہِ دیں پہ فدا کرنے کو

(۱۷۲)

حرّ کے بیٹے کی جوانی کو جو زینب نے سنا
ظہر کا پھر گیا بے وقت نظر میں نقشہ
یاد آئی علی اکبر کی جوانی کی قضا
کانپ کر خواہرِ سروڑ نے یہ فضہ سے کہا
جس سے خوں روئے وہ ارماں نہ نکالے اپنا
کہہ دے حرّ سے کہ جواں لال بچا لے اپنا

(۱۷۳)

کتنّا اس عمر کے پودے کا نہایت ہے ستم
یہ مرے بھائی کا دل ہے جو نہیں کوئی بھی غم
اُٹھ سکا حضرتِ یعقوب سے جس کا نہ الم
راضی اُس امر پہ بھی ہو گئے سلطانِ امم
غم و آلام ہیں کیا کیا مرے دل سے پوچھے
کوئی اس لال کا مرنا مرے دل سے پوچھے

(۱۷۴)

عرض کی رو کے یہ فضہ نے فدا ہو مری جاں
ایسا فرمائیں نہ ہمیشہ شہنشاہِ زماں
آپ کے سائے میں ہوا چھی طرح سے وہ جواں
حرّ نے کیا آ کے کیا پہلے یہ سنئے تو بیاں
فکر اب دل میں نہ ہے دن کی نہ مطلق شب کی
ساتھ شبیر کے ہے اس کو محبت سب کی

(129)

کبھی یہ قلب کے نعرے ہیں کہ سو جاں سے فدا
قوت بازوئے شہ کا نہیں مثل و ہمتا
ہے اسی دوش کے لائق علم شیر خدا
جیسے شہ ویسے ہی عباسؑ مرے ہیں مولّا

منہ تلک سبز پھریرے کو وہ لائے ہوئے ہے
اپنی روتی ہوئی آنکھوں سے لگائے ہوئے ہے

(1A♦)

(مضطرب ہو کے یہ) سروڑ سے کہا حُر نے اُدھر
(ہو سلام آپ پہ اے) راحتِ جانِ حیدر
(جان دینے کو پریشاں ہے) یہ قلبِ مضطرب
(یہ مراد ایک ہے برلائیں) شہِ جن و بشر ہے
سرفدا دشت میں شہ پر کروں رخصت دیجے
پہلے انصار و اعزا کے اجازت دیجے

(1A1)

بولے شبیرؑ یہ حُرؑ سے کہ کیا کیا یہ بیاں
اب تو تو ہے جگر و جانِ علیؑ کا مہماں
بدلے دعوت کے کہوں کھا تبر و تیغ و سناں
ہے خجل تجھ سے یوں ہی قیدیِ افواجِ گراں
میہمانی کی خدا سے میں جزا لے نہ سکا
پانی تک عالمِ غربت میں تجھے دے نہ سکا

(182)

عرض کی حُرّ نے کہ اب اس سے سوا کیا ہو عطا
قصرِ جنت مرے مولّا نے کرم سے بخشا
ہے یہی وجہ جو دل کو ہے مرے شوقِ لقا
میں اُسی قصر میں پہنچوں جو ملے رن کی رضا
آپ راضی ہوں تو ارماں مرا کیا کیا نکلے
قدمِ شاہ پہ سرِ دوں تو تمنا نکلے
(بقیہ صفحہ نمبر ۲۷ پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

آیت اللہ سیستانی اور دیگر تمام مراجع تقلید سب آپس میں متحد ہیں: رہبر انقلاب اسلامی

اہل بیت نیوز ایجنسی ابنا کے مطابق عراق کی مجلس اعلیٰ اسلامی کی گائیڈین کمیٹی کے رکن حجت الاسلام والمسلمین شیخ جلال الدین الصغیر نے مجلس کے اعلیٰ عہدیداروں کی رہبر انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ سید علی خامنہ ای سے ملاقات کی خبر دی۔ انہوں نے بغداد کی مسجد براثا میں نماز جمعہ کے خطبوں کے دوران عراق کے عوام کو ہشتگردوں کے داعش کے مقابلے میں حاصل ہونے والی کامیابی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: موجودہ دور میں داعش پر کامیابی حاصل کرنے کے بعد ”الحشد الشعبی“ اور دیگر عراقی فورس کے مقابلے میں ہماری دواہم ذمہ داریاں ہیں۔

شیخ الصغیر نے داعش کی نابودی کو حشد شعبی اور فوج کی ذمہ داری قرار دیتے ہوئے کہا: اس وقت داعش کے ہتھیاروں کو شہروں سے باہر نکال دیا ہے لیکن ان کے مخفی سراخوں کی کھوج لگانا بھی ضروری ہے تاکہ بیابانوں اور عراق کے سرحدی علاقوں سے بھی ان کا صفایا ہو جائے۔ یہ کام ہمارے بہادروں کے لئے بہت آسان ہے۔

انہوں نے دوسری ذمہ داری کو پہلی سے زیادہ اہم قرار دیا اور کہا: حشد شعبی اور عراقی فوج کا اپنے بنیادی ڈھانچوں کا تحفظ ان کی دوسری اہم ذمہ داری ہے۔ کیوں استخبار حشد شعبی کو کمزور کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟

بغداد کے امام جمعہ نے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ اگر استخبار میدان نبرد میں ہماری طاقت کو کمزور کرنے کی کوشش کر رہا ہو تو ہمیں تعجب نہیں کرنا چاہئے، کہا: جو ہم دیکھ رہے ہیں کہ امریکہ حشد شعبی کے بعض کمانڈروں کے سلسلے میں جو کچھ کر رہا ہے وہ ان کا ذاتی معاملہ نہیں ہے بلکہ امریکہ کا اصلی ٹارگٹ خود حشد شعبی ہے۔ ”النجباء“ ”کتاب“ ”عصائب“۔ ”ابو مہدی“ اور دیگر عسکری گروہوں پر امریکہ اور استخبار کے حملے ان ناموں کے سربراہان پر نہیں ہیں بلکہ وہ مزاحمت کو مکمل طور پر اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں۔

مجلس اعلیٰ اسلامی کی گائیڈین کمیٹی کے رکن نے امریکہ کے علاوہ فرانس کی مداخلت کی بھی مذمت کرتے ہوئے کہا: آپ دیکھ رہے ہیں کہ فرانس کا صدر پوری بے شرمی کے ساتھ عراق جیسے ایک مستقل ملک کے داخلی امور میں مداخلت کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ حشد شعبی کو مغل ہونا چاہئے۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن ہماری طاقت کو پہچان چکے ہیں اور اس کے لئے منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔

انہوں نے عراق کے عوام کو ہوشیار رہنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا: ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ میں تو النجباء یا، عصائب، ابو مہدی گروہ کا رکن نہیں ہوں اور مجھے ان سازشوں سے کیا مطلب ہے؟ لیکن جان لیں کہ وہ آج ان کمانڈروں کی توہین کریں گے اور کل باقی والوں کو بھی معاف نہیں کریں گے۔ دشمن کی ایک سازش یہ ہے کہ وہ لوگوں کے شہری حقوق کو حشد شعبی کے مقابلے میں لا کر کھڑا کریں یقیناً لوگوں کو ان کے شہری حقوق ملنا چاہیے لیکن اگر دشمن ہمارے ملک پر حاکم ہو جائے گا تو کیا وہ ہمارے حقوق ہمیں دے گا؟

شیخ جلال الدین الصغیر نے تاکید کی انہوں نے کیا کہ حشد شعبی ہماری طاقت کا بنیادی عنصر ہے۔ مرجعیت ہماری طاقت کا بنیادی مرکز ہے۔ قومی اتحاد ہماری طاقت ہے۔ آپس میں اتفاق ہماری طاقت ہے۔ عراق کی اس اہم شخصیت نے عراق کی رضا کار فورس کی جانفشانیوں کے بارے میں کہا کہ جو کچھ حشد شعبی نے عراق کے لئے انجام دیا اور دنیا میں جو اس کا اثر و نمنا ہوا اس سے پہلے کسی بھی تنظیم سے ایسا دیکھنے کو نہیں ملا۔

آیت اللہ سیستانی کی الحشد الشعبی کو باقی رکھنے پر تاکید

اہل بیت نیوز ایجنسی ابنا کے مطابق عراقی وزیراعظم حیدر العبادی نے بزرگ مرجع تقلید آیت اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی کے اس حکم کا خیر مقدم کیا ہے جس میں انہوں نے عوامی رضا کار فورس سے کہا ہے کہ وہ اب اپنے ہتھیار مرکزی حکومت کے حوالے کر دیں۔

آیت اللہ العظمیٰ سید علی حسینی سیستانی کے نمائندے شیخ عبدالمہدی الکر بلائی نے کہا ہے کہ تکفیری دہشت گرد گروہ داعش کے مقابلے میں کامیابی کا مطلب دہشت گردی کے خلاف جنگ کا خاتمہ نہیں ہے اور عوامی رضا کار فورس الحشد الشعبی کو تنظیمی شکل میں باقی رکھنا ضروری ہے تاہم انہوں نے کہا کہ الحشد الشعبی اب اپنے ہتھیار مرکزی حکومت کے حوالے کر دے۔

عراقی وزیراعظم حیدر العبادی نے اس بیان کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ الحشد الشعبی کے پاس موجود ہتھیاروں کو ان سے واپس لینے کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ الحشد الشعبی کو ملک کی فوج اور سیکورٹی فورس میں ضم کرنے کے لئے خصوصی کمیٹی تشکیل دے دی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بدعنوانی کے خلاف مہم بھی عراق کو آزاد کرانے کی کارروائیوں کا ہی تسلسل ہے اور بدعنوان عنصر کے لئے عراق میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

عراقی وزیراعظم نے اس سے پہلے بھی کہا تھا کہ الحشد الشعبی عراقی معاشرے کا حصہ ہے اور حکومت میں باقی رہے گی۔

الحشد الشعبی نے شامی سرحد پر دہشتگردوں کا بڑا حملہ پسپا کر دیا

اہل بیت نیوز ایجنسی ابنا کے مطابق الحشد الشعبی کے مسلح جنگجوؤں نے شام اور عراق کی مشترکہ سرحد پر داعش کے ایک بڑے حملے کو ناکام بنا دیا۔ واضح رہے کہ عراق کے وزیراعظم نے اعلان کیا تھا کہ شدت پسند گروپ داعش کو ملک سے نکال باہر کرنے کی تین سالہ جنگ کامیابی سے اپنے اختتام کو پہنچ گئی ہے۔ بغداد میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے حیدر العبادی نے کہا کہ ”شام کے ساتھ عراقی سرحد پر ہماری فورسز کا مکمل کنٹرول ہے لہذا میں داعش کے خلاف جنگ کے خاتمے کا اعلان کرتا ہوں۔“

عراقی وزیراعظم حیدر العبادی نے اعلان کیا کہ الانبار صوبے کے مغربی صحرائیں 14 ہزار مربع کلومیٹر کا رقبہ داعش سے کلیئر کر لیا گیا ہے۔ عراقی فورسز نے شام کی سرحد تک پہنچتے ہوئے اپنی سرزمین سے اس شدت پسند تنظیم کے عسکری وجود کا خاتمہ کر دیا ہے۔

فتح کے اس اعلان کا مطلب یہ ہے کہ اس ملک کی فورسز نے شام، عراق سرحد کے علاوہ مغربی صحرا کا مکمل کنٹرول حاصل کر لیا ہے۔

یاد رہے کہ داعش کے جنگجوؤں نے ۲۰۱۴ء کے وسط میں عراق کے مختلف علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔

سیاسی ماہرین کا کہنا ہے کہ دہشت گرد اب بھی عراق میں دہشت گردانہ حملوں کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

عراقی فوج اور عوامی رضا کار فورسز کا کہنا ہے کہ ملک کے تمام چھوٹے بڑے شہروں سے دہشت گردوں کا خاتمہ کیا گیا ہے تاہم سرحدی علاقوں میں چھپے دہشت گردوں کے خلاف ابھی کارروائیاں جاری ہیں۔